عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۸ | ۲۵ ربیع الاول تا ۲ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ نومبر ۲۰۱۹ء | شمارہ: ۴۴

دینی غیرت وحمیت کی اہمیت

نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق

کلیدی عہدوں پر قادیانی

مولانا اسفند یار خان نور اللہ مرقدہ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

"میں نے لکھ کردے دیا ہے" سے طلاق کا حکم

س:...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: لڑکی والے میرے گھر آئے اور طلاق کا مطالبہ کرنے لگے، دو آدمی بطور گواہ میری طرف سے بیٹھے اور پھر میں نے یہ تحریر لکھ کر دی: "لڑکی والے طلاق لے رہے ہیں، ان کی خواہش پر میں حق مہر پچیس ہزار روپے بھی ادا کر رہا ہوں۔" کیا ان الفاظ سے طلاق ہوگئی؟ جبکہ ابھی تک میں نے مہر ادا نہیں کیا۔ ان الفاظ کو لکھتے ہوئے میری نیت یہ تھی کہ میں طلاق دے دیتا ہوں اور معاملات ختم کر رہا ہوں، اس کے بعد سے میں نے لڑکی سے کوئی رابطہ نہیں کیا، خود اس لڑکی کا دو مرتبہ فون آیا اور کہنے لگی کہ میں نے رہنا ہے اور دوسری مرتبہ کہنے لگی: اگر طلاق دینی ہے تو دے دو گناہ تمہارے سر ہوگا، میں نے کہا کہ ٹھیک ہے، اپنے بڑوں کو درمیان میں لاؤ تو فیصلہ کرلیتے ہیں، لیکن ابھی تک وہ لوگ نہیں آئے، دو مہینے بعد میرے سالے سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس کو کہا کہ میں نے لکھ کر دے دیا ہے میری طرف سے ختم ہے معاملہ، میں نے اس کو نہیں رکھنا اور خود میں نے بھی اپنے بڑوں سے بارہا کہا ہے کہ معاملہ ختم کردو میں نے اس کو نہیں رکھنا، کیا اس صورت میں طلاق ہوگئی؟

ج:...... سائل کا یہ لکھنا کہ: "لڑکے والے طلاق لے رہے ہیں ... ان کی خواہش پر میں حق مہر پچیس ہزار روپے ادا کر رہا ہوں" ان الفاظ میں لڑکی والوں کی خواہش کا ذکر ہے، سائل کی طرف سے طلاق دینے کی خبر نہیں۔ اس لئے نیت طلاق کے باوجود ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوگی، اس کے بعد لڑکی کے بھائی کو سائل نے طلاق کی نیت سے جو یہ کہا کہ: "میں نے لکھ کر دے دیا ہے، میری طرف سے معاملہ ختم ہے، میں نے اس کو نہیں رکھنا۔" ان الفاظ سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی اور رجوع کے لئے دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہوگا۔ اسی طرح عدت کے بعد اگر لڑکی کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوسری شادی کے لئے بیوی کی اجازت

س:...... رضوان شادی شدہ ہے اور ان کے سات بچے ہیں، جن میں چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے، تین لڑکیاں بالغ ہیں، تین لڑکیاں نابالغ اور ایک بیٹا بھی نابالغ ہے۔ رضوان صاحب دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں، کیا انہیں اپنی بیوی سے جو کہ ان کے نکاح میں ہیں زبانی یا تحریری اجازت کی ضرورت ہے؟

ج:...... شرعاً دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں۔ اخلاقاً لینی چاہئے۔ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی رضامندی شرعاً شرط نہیں، لیکن دونوں بیویوں کے درمیان عدل و مساوات رکھنا ضروری ہے، چونکہ عورتوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اور گھریلو جھگڑا فساد سے آدمی کی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے۔ اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ حتی الوسع نہ کی جائے اور اگر کی جائے تو دونوں کو الگ الگ مکان میں رکھا اور دونوں کے حقوق برابر ادا کرتا رہے، ایک طرف جھکاؤ اور ترجیحی سلوک کا وبال بڑا ہی سخت ہے۔"

حدیث شریف میں ہے کہ: "جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری نہ کرے تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ ساقط ہوگا اور مفلوج ہوگا۔" (مشکوٰۃ ص:۲۷۹)

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

مجلس تحفظ

مجلس ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۸ ۲۵ ربیع الاول تا ۲ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ نومبر ۲۰۱۹ء شمارہ: ۴۴

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیراعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیراعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

حضرت مولانا اسفندیار خان نوراللہ مرقدہ	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق	۷	قاری احسن رضوان
دینی غیرت وحمیت کی اہمیت	۹	حضرت مفتی عبیدالرحمٰن مدظلہ
شانِ مصطفیٰ اور عظمت ختم نبوت کانفرنس	۱۴	مولانا عبدالنعیم
مولانا عبدالحمید وٹو کا وصال	۱۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
کلیدی عہدوں پر قادیانی	۱۷	جناب محمد متین خالد صاحب
نزول عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ! (۲۰)	۲۱	بیان: مولانا محمد علی جالندھریؒ
ملتان کی ڈائری	۲۴	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مناظر اسلام مولانا بشیر احمد الحسینی	۲۷	. . .

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی

شفاعت

حدیث قدسی ۱۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا موحدین اور توحید کے قائلوں میں سے بھی کوئی شخص دوزخ میں رہے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ایک شخص جہنم کی گہرائیوں میں پڑا ہوا: ”حنان، منان“ کی صدائیں لگا رہا ہوگا، یہاں تک کہ اس کی آواز حضرت جبرئیل سن کر تعجب کریں گے اور حضرتِ حق سے عرض کریں گے: الٰہی! میں جہنم کی گہرائیوں میں ایک شخص کی آواز سنتا ہوں، جو: ”یا حنان یا منان“ کہہ کر آپ کو پکار رہا ہے، اللہ اس بندے کو حاضر کرنے کا حکم دے گا۔ حضرت جبرئیلؑ بڑی تلاش کے بعد مالک کی وساطت سے اس تک پہنچیں گے اور اس کو اس حال میں پائیں گے کہ پیشانی کے بل اوندھا پڑا ہوگا ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے ہوں گے، تمام جسم پر سانپ اور بچھو لپٹے ہوئے ہوں گے، مالک داروغہ دوزخ اس کو نکال کر لائے گا، سانپ بچھو ہٹا کر زنجیریں علیحدہ کرے گا، حضرت جبرئیلؑ اس کو عرش الٰہی کے سامنے لے جائیں گے اور سجدہ کریں گے۔ حضرت حق ارشاد فرمائے گا: ”اے جبرئیل، سر اٹھاؤ پھر اس شخص کی جانب متوجہ ہوکر فرمائے گا: اے بندے! کیا میں نے تجھ کو اچھی شکل وصورت کے ساتھ پیدا نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا؟ کیا تجھ پر میرے رسول نے میری کتاب نہیں پڑھی؟ کیا تجھ کو اس نے اچھی باتوں کا حکم نہیں دیا اور کیا تجھ کو بُری باتوں سے منع نہیں کیا؟ بندہ ان تمام باتوں کا اقرار کرے گا۔ پھر اللہ فرمائے گا: تو نے کیوں ایسا ایسا کیا؟ بندہ عرض کرے گا: اے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، میں اگرچہ اتنے اتنے عرصہ سے جہنم میں پڑا ہوا ہوں، مگر میں نے تجھ سے اپنی امید منقطع نہیں کی، اے رب! میں تجھ کو حنان اور منان کہہ کر پکار رہا ہوں تو نے اپنے فضل سے مجھ کو نکالا تو مجھ پر اپنی رحمت کے صدقہ میں رحم فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے ملائکہ! تم گواہ رہو بے شک میں نے اس پر رحم کر دیا۔ (مسند احمد)

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

نمازِ چاشت

س:......نمازِ چاشت کسے کہتے ہیں اور اس کا وقت اور رکعات کتنی ہیں؟

ج:......لفظ چاشت اردو زبان کا لفظ ہے اور عربی میں اسے ”ضحیٰ“ کہتے ہیں۔ سورج نکلنے کے تقریباً تین گھنٹے بعد کا وقت چاشت کہلاتا ہے۔ اس وقت شریعت نے جس نماز کے پڑھنے کی ترغیب دی ہے اسے چاشت کی نماز کہا جاتا ہے۔ اس کے پڑھنے کا وقت سورج نکلنے کے تین گھنٹے بعد شروع ہوتا ہے اور زوال کے وقت تک باقی رہتا ہے۔ (چاشت کی نماز کا ابتدائی اور انتہائی وقت کا درمیانی وقفہ تقریباً دو گھنٹے پندرہ منٹ شمار کیا جاسکتا ہے)۔ نماز چاشت کی کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں بتلائی جاتی ہیں اور افضل آٹھ رکعت کو کہا گیا ہے اور یہ نمازیں دو دو رکعات کرکے پڑھی جاتی ہیں۔ واضح رہے کہ تمام نفل نمازیں سوائے صلوٰۃ التسبیح کے جو کہ مسنون بھی ہیں، عام نمازوں کی طرح ہی ادا کی جاتی ہیں۔ ان کے پڑھے جانے کا کوئی خاص اور علیحدہ طریقہ شریعت نے نہیں بتلایا، نہ کسی عمل کا اضافہ ہے اور نہ ہی کمی، جس طرح ترتیب سے دوسری نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اسی طرح اور اسی ترتیب سے یہ تمام نمازیں بھی پڑھی جائیں گی۔

نمازِ اوابین

س:......نماز اوابین کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی رکعات ہیں اور اس کا وقت کیا ہے؟

ج:......نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد شریعت نے ایک اور نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے، اس کو نماز اوابین کہا جاتا ہے، جس کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ واستغفار کے ساتھ رجوع کرنے والے کی نماز۔ اس کا وقت نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد شروع ہوتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہونے تک باقی رہتا ہے۔ (اوابین کی نماز کے ابتدائی اور انتہائی وقت کا درمیانی عرصہ تقریباً نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد ایک گھنٹہ پندرہ منٹ شمار کیا جاسکتا ہے)۔ اس کی دو، دو کرکے چھ رکعات بتلائی جاتی ہیں۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

حضرت مولانا محمد اسفندیار خان نور اللہ مرقدہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

جامعہ دارالخیر کے بانی، رئیس وشیخ الحدیث، ہزاروں علماء ومسترشدین کے استاذ وپیرومرشد، کراچی کی معروف دینی وعلمی شخصیت حضرت مولانا محمد اسفندیار خان ۸۵ سال اس دنیائے رنگ وبو میں گزار کر ۱۹؍صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۹؍اکتوبر ۲۰۱۹ء کو راہیِ عالمِ آخرت ہوگئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطٰی وکل شیء عندہٗ بأجل مسمّٰی۔

حضرت مولانا موصوف کی ولادت باسعادت ۱۹۳۴ء میں سابق ریاست سوات، شانگلہ پار پیر خانہ گاؤں میں عبدالجمیلؒ کے گھر میں ہوئی۔ ریاست سوات میں پیرخانہ فصلِ خصومات کے لئے مرجعِ خلائق تھا۔ پیرخانہ میں تین خاندان آباد ہیں: حضرت اخوند درویزہ باباؒ کی اولاد جو میاں گان کہلاتے ہیں۔ سلطان محمود غزنویؒ کی اولاد جو کہ علماء کرام کہلاتے ہیں۔ تیسرا خاندان خان لوگوں کا ہے جو خانان کہلاتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد اسفندیار خانؒ کے دادا جان اپنے علاقے کے بڑے اور مشہور عالم تھے، جنہوں نے تحصیلِ علم کے لئے کوہستان میں دور دراز کا سفر کیا۔ آپؒ کے دادا جان کی ایک امتیازی شان یہ تھی کہ انہوں نے تمام کتب کو زبانی یاد کرلیا تھا، ان کے حلقۂ درس میں ۱۲۰ سے زیادہ طلبہ رہتے تھے۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ کا تعلق اخون خیل میاں گان خاندان سے ہے اور آپؒ کے والد ماجد کا تعلق سلطان محمود غزنویؒ کی اولاد یعنی علماء کرام سے تھا، گویا آپؒ نجیب الطرفین تھے۔

حضرت موصوفؒ نے قرآن مجید کا بیشتر حصہ اپنے والد صاحبؒ کے پاس پڑھا، تاہم تکمیل اپنے استاذ احمد صاحب مرحوم سے کی جو ایک پرائیویٹ پرائمری اسکول کے روحِ رواں استاذ تھے۔ آپؒ نے پرائمری تعلیم بھی وہیں سے حاصل کی۔ آپؒ کے ممتاز اساتذہ میں مندرجہ ذیل نابغۂ روزگار ہستیاں شامل ہیں:

۱:- عارف باللہ حضرت مولانا خان بہادر صاحب مرحوم عرف مارتونگ باباؒ، جو کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہیؒ اور حضرت مولانا احمد امروہیؒ کے شاگرد تھے، جبکہ یہ دونوں حضرات‘ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے۔ اس طرح حضرت موصوفؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہما اللہ کے تیسرے درجے کے شاگرد تھے اور حضرت موصوفؒ فرماتے تھے کہ مجھے اس نسبت پر فخر ہے۔ حضرت موصوفؒ مزید فرماتے تھے کہ: جہاں تک کتبِ تفسیر کا تعلق ہے تو میں نے تفسیر جلالین حضرت خان بہادر مرحوم عرف مارتونگ باباؒ سے پڑھی اور میں تفسیر جلالین اسی طرح پڑھاتا ہوں جس طرح میرے استاذ احمد حسن مرحوم پڑھایا کرتے تھے اور مولانا احمد حسن مرحوم فرماتے تھے کہ: میں اسی طرح پڑھاتا ہوں جس طرح حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ پڑھاتے تھے۔ ۲:- حضرت مولانا عبدالعلیم مرحوم عرف اوڈیگرام باباؒ۔ ۳:- حضرت مولانا عبدالغفور صاحب المعروف شین باباؒ۔ ۴:- حضرت مولانا نذیر صاحبؒ۔

چونکہ آپ کی سند عالی تھی، اس لئے بہت سے علماء نے آپ سے اجازتِ حدیث لی تھی۔ حضرت مولانا محمد اسفندیار خان نور اللہ مرقدہٗ کے شاگرد کئی ممالک میں موجود ہیں، جن میں ساؤتھ افریقا، سری لنکا، سعودی عرب، قطر، ایران، کینیڈا، انڈیا، بنگلہ دیش، انگلینڈ، تھائی لینڈ، ملائشیا وغیرہ ہیں۔

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد اسفندیار خان نور اللہ مرقدہٗ نے ۱۹۵۰ء میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ مارکیٹ سے درس وتدریس کا آغاز فرمایا

اور کم ترین عمر شیخ الحدیث کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ یہ مدرسہ شیخ الہند حضرت محمود حسنؒ کے سپاہی مولانا محمد صادقؒ کا تھا جو تحریک ریشمی رومال کا مرکز بھی رہا۔ ۱۹۶۶ء میں بکرا پیڑی لیاری میں ایک چھوٹی سی مسجد قباء اور ایک ادارہ جامعہ دارالخیر کے نام سے قائم فرمایا جو ایک پودے کی صورت میں زمین کا سینہ چیر کر پھلنے پھولنے لگا، حتیٰ کہ آج ایک شجر سایہ دار کی صورت میں آپ کے سامنے موجود ہے اور دور دور سے تشنگانِ علوم دینیہ یہاں اپنی پیاس بجھانے کے لئے آتے ہیں۔ یہی وہ ادارہ ہے جو تمام اکابر علماء کا مرکز رہا۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحق حقانی، مولانا مفتی محمود، مولانا عبداللہ درخواستی، مولانا عبیداللہ انور، محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری، مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا غلام اللہ خان، مولانا ضیاء القاسمی (رحمہم اللہ) اور دیگر مشائخ یہاں تشریف لاتے رہے، یہ چھوٹی سی جگہ اور غریب علاقہ طویل عرصے تک مذہبی و دینی تحاریک کا مرکز رہا۔

جگہ کی تنگی کے باعث جامعہ دارالخیر میں مدرسین وطلباء کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا، لہٰذا گلستان جوہر میں کے ڈی اے سے ایک ایکڑ رقبہ پر پلاٹ نمبر ST-2 اکتوبر ۱۹۸۸ء میں خرید لیا گیا اور اس پلاٹ پر جامعہ دارالخیر کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اس وقت محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس قطعۂ اراضی پر ایک مسجد اور ۵۷ کمروں پر مشتمل ایک نہایت عمدہ اور خوبصورت عمارت تعمیر ہو چکی ہے جہاں دور دراز علاقوں سے آنے والے طلبہ دینی علوم کے حصول میں مصروف ہیں۔

حضرت شیخ کا درس بہت سی خصوصیات کا حامل تھا، حق تعالیٰ نے آپ کو ایسی فہم اور ایسا اندازِ بیان عطا فرمایا تھا کہ مشکل سے مشکل مباحث بھی طلبہ کو دلنشین انداز میں سمجھا دیتے تھے۔ ایک مسئلہ کو مختلف پیرایوں میں مثالوں سے اس طرح بیان فرماتے کہ کم ذہن طلباء بھی اچھی طرح سمجھ جائیں۔ طویل بحث کو آخر میں اس انداز سے سمیٹ دیتے کہ طلبہ ان کو درس گاہ ہی میں یاد کر لیتے۔

آپ کے درس میں ایسی دلچسپی اور کشش ہوتی تھی کہ گھنٹوں سبق جاری رہنے کے باوجود طلباء اُکتاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ علم حدیث کے متعلق اہم اور بنیادی کتابوں کا گاہے بگاہے تعارف بھی کرواتے رہتے۔ اس دور کے اہم فتنوں کے حوالے سے مناسب مواقع پر علمی انداز میں مفید تبصرے بھی فرماتے۔ موضوع سے متعلق صرف روایتی مباحث پر ہی اکتفا نہیں فرماتے، بلکہ تزکیۂ نفس واحسان کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ ارشاد فرماتے رہتے اور زیرِ درس حدیث کا طلباء کی عملی زندگی سے تعلق بھی واضح فرمادیتے۔ اخلاص وللّٰہیت، دینی خدمات کے لئے ہر قسم کے دنیاوی مفادات کی قربانی کے جذبہ، جزوی امور میں اختلاف رائے کے باوجود علمائے حق کا احترام اور دوسرے اہم امور کے متعلق اللہ والوں، خصوصاً اکابر علماء دیوبند کے ایمان افروز واقعات اپنے خوبصورت انداز میں بیان فرماتے رہتے تھے۔

آپ کی بیعت کا تعلق حضرت خواجہ عبدالمالک نقشبندی نوراللہ مرقدہٗ سے تھا اور انہیں سے آپ کو خلافت بھی حاصل تھی۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے قبل جمعیت علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی اور پاکستان کے الیکشن میں بھی حصہ لیا۔ اسی طرح آپ نے سوادِ اعظم کی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا۔

آپ کے لواحقین میں ایک بیوہ، چھ صاحبزادگان اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ جبکہ بڑے صاحبزادے مفتی محمد عثمان یار خان رحمہ اللہ کو چھ سال قبل دہشت گردوں نے شہید کر دیا تھا۔

آپ کی نمازِ جنازہ اسی دن ظہر کی نماز کے بعد جامعہ دارالخیر میں ادا کی گئی، جس میں کراچی کے علماء حضرات کے علاوہ کثیر تعداد میں عوام الناس نے شرکت کی۔ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے کئی اساتذہ بھی آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، ان کی سیئات کو مبدل بحسنات فرمائے، آپ کے ادارہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور آپ کے لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہٖ محمد وعلی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق!

ایک مسلمان کا حقیقی سرمایہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعشق ہے، اگر کوئی دل عشقِ نبی سے خالی ہو تو وہ دل دل کہلانے کا مستحق نہیں، احادیثِ مبارکہ میں آپ نے اپنی ذات سے محبت ہی کو ایمان کامل کی علامت قرار دیا ہے، ایک موقع پر آپ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی ذات سے، اس کے والدین سے، اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' (مشکوٰۃ: ص 12)

علامہ قطب الدینؒ فرماتے ہیں: ''اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ تکمیل ایمان کا مدار حبِ رسول پر ہے، جس شخص میں ذاتِ رسالت سے اس درجے کی محبت نہ ہو کہ اس کے مقابلے پر دنیا کے بڑے سے بڑے رشتے، بڑے سے بڑے تعلق اور بڑی سے بڑی چیز کی محبت بھی بے معنی ہو، وہ کامل مسلمان نہیں ہوسکتا، اگرچہ زبان وقول سے وہ اپنے ایمان و اسلام کا کتنا ہی بڑا دعویٰ کرے۔'' (مظاہرِ حق جدید 1/76)

آپ سے محبت کا حقیقی مفہوم تو یہی ہے کہ آپ کی اتباع پر ہر چیز کو قربان کردے، اس کے نزدیک آپ کی اتباع کے علاوہ دیگر تمام چیزیں ہیچ ہوں، اتباع کے بغیر محبت کا تصور ہو ہی نہیں سکتا، اسی لئے ہر مسلمان آپ کی اتباع ہی میں اپنی کامیابی سمجھے' آپ سے محبت کے بے شمار واقعات ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے محبت کے واقعات انتہائی قابلِ رشک ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ جب مسلمان ہوئے اور اپنی شہادت کا برملا اعلان فرمایا تو کفارِ مکہ آپؓ پر ٹوٹ پڑے۔ آپؓ کو زخمی کردیا؛ لیکن ان سب کے باوجود جب آپؓ کو ہوش آیا تو انہوں نے

مولانا قاری احسن رضوان

اپنے سلسلہ میں کوئی گفتگو نہیں فرمائی بلکہ انہوں نے سب سے پہلے آپ کے متعلق دریافت کیا، اور جب تک آپ کی خبر نہ دی گئی اس وقت تک کوئی چیز استعمال نہ کی، آپ سے حضرات صحابہ کرامؓ کو کیسی محبت تھی؛ بلکہ آپ کی ذات مبارک انہیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز تھی؛ اس لئے صحابہ کرامؓ تکالیف خود برداشت کرتے، پریشانیاں خود اٹھاکر آپ کو راحت پہنچانے کی فکر میں رہتے۔ حضرت ابودجانہؓ کا غزوہ احد میں حیرت انگیز طرزِ عمل سیرت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت ابودجانہؓ نے آپ کی حفاظت کی خاطر اپنی پیٹھ کو تیروں کے لئے ڈھال بنالیا تھا، یہاں تک کہ بہت سارے تیر ان کی پیٹھ پر لگے۔ (سیرۃ ابن اسحاق 1/328)

عروہ ابن مسعود ثقفی نے آپ کے صحابہ کرامؓ کو دیکھا تو بے اختیار بول اٹھا کہ میں نے تو ایسا قیصر وکسریٰ کے دربار میں بھی نہیں دیکھا۔ ایک صحابیؓ حضرت زید بن دثنہؓ کا عجیب وغریب واقعہ ہے۔ جس پر کفار نے بھی حیرت واستعجاب کا اظہار کیا ہے۔ جب حضرت زیدؓ کو تختہ دار پر چڑھایا جارہا تھا تو اس موقع پر ابوسفیان نے کہا کہ اے زیدؓ! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تم اپنے گھر والوں کے ساتھ اطمینان سے رہو اور تمہاری جگہ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) تختہ دار پر چڑھایا جائے؟ اس موقع پر حضرت زیدؓ نے ابوسفیان کو جو جواب دیا وہ سیرت کی کتابوں میں جلی عنوان والفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا: قسم بخدا! میں تو اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ آپ اپنے مقام ہی پر رہیں اور انہیں کوئی کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں۔ حضرت زیدؓ کے اس جواب سے حواس باختہ ابوسفیان نے کہا کہ کوئی انسان کسی انسان سے اتنی محبت نہیں کرتا جتنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں۔ (شفاء 2/23)

حضرت زیدؓ گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے جتنی تکالیف ہوسکے وہ سب برداشت کرلوں گا؛ لیکن آپ کے لئے میں کسی ادنیٰ سی ادنیٰ تکلیف کو گوارا نہیں کرسکتا۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہؓ جو صاحب اذان کے لقب سے مشہور تھے؛ اپنے باغ میں کام کررہے تھے، اسی حالت میں ان کے صاحبزادے نے آکر یہ اندوہناک خبر سنائی کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرماگئے ہیں، عشقِ نبوی سے سرشار، عشقِ رسول میں

سرمست یہ صحابیؓ اس جان گداز خبر کی ضبط اور تاب نہ لا سکے، بے تابانہ فضا میں ہاتھ بلند ہوئے اور زبان سے یہ حسرت ناک الفاظ نکلے، خداوندا! اب مجھے بینائی کی دولت سے محروم کردے، تاکہ یہ آنکھیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا کرتی تھیں اب کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔(مظاہر حق جدید 1/77)

مرد تو مرد تھے، انہیں تو آپ سے غایت درجے کی محبت تھی ہی، لیکن عورتیں بھی آپ سے محبت کے سلسلہ میں مردوں سے کہیں پیچھے نہیں تھیں؛ بلکہ عورتیں بھی آپ سے محبت کے معاملے میں مردوں کے دوش بدوش قدم بہ قدم تھیں۔

ایک انتہائی حیرت انگیز واقعہ اس انصاری عورت کا ہے جو احد کے میدان کی طرف آپ کی شہادت کی خبر سن کر دوڑ رہی تھی، راستہ میں کسی خبر دینے والے نے اس خاتون کو آگاہ کیا کہ تیرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، اس نے کوئی پروا نہیں کی، اس نے یہ خبر سنی ان سنی کردی اور آگے بڑھتی چلی گئی، کسی نے اس خاتون کو دوبارہ مطلع کیا کہ تیرے بھائی کا انتقال ہو گیا اس پر بھی اس نے کوئی توجہ نہ دی اور بڑھتی ہی رہی، پھر کسی نے اسے مطلع کیا کہ تمہارے باپ کا بھی انتقال ہو چکا ہے، یہ سن کر بھی اس نے میدان احد کی طرف اپنا سفر جاری رکھا؛ لیکن جب آپ کی ذات گرامی کو دیکھ چکی تو بے اختیار اس کے زبان سے یہ الفاظ نکلے ”کل مصیبة بعدک جلل“ ہر مصیبت آپ کے بعد ہیچ ہے، یعنی آپ کے بعد ہر مصیبت کو ہم گوارا کر سکتے ہیں؛ لیکن آپ کی شہادت کی خبر ہمیں گوارا نہیں، یہ تھا دورِ نبوت کی عورتوں کا آپ سے عشق، یہی وہ عشق ہے جس نے ان کی ذاتوں کو بقا نصیب فرمایا، نیز حضرات صحابہ کرامؓ نے اپنی محبت وعشق کے سلسلہ میں فرمایا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا: آپ مجھے میرے نفس سے زیادہ محبوب ہیں عمرو بن العاصؓ نے کہا تھا کہ کوئی چیز مجھے آپ سے زیادہ محبوب نہیں۔

(شفا: 21/2)

حضرت علیؓ سے آپ کی محبت کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو کہا: قسم بخدا! آپ مجھے اپنے مال واولاد اور والدین، پیاس کے موقع پر ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔(شفاء 22/2)

بعض حضرات صحابہ کرامؓ سے اس سلسلہ میں منقول ہے کہ وہ آپ سے محبت کی بنا پر نگاہ کو پھیرتے بھی نہیں تھے۔(شفاء 31/2)

اسی طرح عورتوں کے عشق نبوی کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ایک عورت آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتی اور یہ کہتی کہ میں اپنے گھر سے، اپنے شوہر سے نفرت، عداوت، یا بغض کی وجہ سے نہیں نکلی ہوں! بلکہ صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں گھر سے نکل آئی ہوں۔(سبل الہدیٰ والرشاد: 11/431)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک عورت آئی اور مجھ سے درخواست کرنے لگی کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک دکھاؤ، حضرت عائشہؓ نے قبر دکھا دی، وہ عورت قبر دیکھ کر رونے لگی، اتنا زیادہ روئی کہ وہ مرگئی۔(شفا: 23/2)

حضرت عمرؓ ایک دفعہ رات میں گشت کے لئے نکلے، اتفاقاً ایک گھر میں چراغ کی روشنی نظر آئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا اون بننے میں مصروف ہے اور آپ کی تعریف میں اشعار پڑھ رہی ہے، یہ سن کر حضرت عمرؓ رک گئے اور اس بڑھیا کے پاس بیٹھ گئے ،اس بڑھیا نے آپ کی مدحت میں کئی اشعار پڑھے، جسے سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے۔(شفا: 23/2)

حضرات صحابہ کرامؓ کی آپ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک لیتے ان پر کپکپی طاری ہو جاتی اور بہت زیادہ رونے لگتے، یہی حال دیگر تابعین کرام کا بھی ہوتا۔(شفا: 26/2)

الغرض آپؐ سے محبت کے بے شمار واقعات ہیں، جن کا احاطہ انتہائی دشوار اور ناممکن ہے، اس مختصر سے مضمون میں صرف چند واقعات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ واقعات ہمارے لئے عشق نبوی میں اضافہ کا ذریعہ بنیں، ان واقعات کو پڑھ کر ہم بھی اپنے اندرون میں عشق نبوی کی شمع روشن کریں اور عشق کے حقیقی مقتضا اتباعِ نبوی کا راستہ اپنائیں، آپ کے فرمودات کے اتباع کو اپنا نصب العین بنالیں، اس لئے کہ دیگر تمام چیزیں ختم اور فنا ہونے والی ہیں، لیکن عشق مصطفیٰؐ ہی ایک ایسی عظیم اور بے بہا دولت ہے جس کو دوام ہی دوام ہے؛ بلکہ یہ عشق رسول جس ذات کے ساتھ مل جائے، اس فانی ذات کو بھی بقا کی دولت سے معمور کردیتا ہے، پھر اس عاشق رسول کے تذکرے آسمان وزمین میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہ جاتے ہیں، اس لئے ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اندرون میں محبت رسول پیدا کرنے کی حتی المقدور سعی وجدوجہد کرے، اس کے لئے آپ کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی سعی پیہم کرے، اسی لئے علامہ عاقل حسامی نے فرمایا تھا:

عاشقِ محمدؐ ہے، غیر کا نہیں عاقل
عشق مصطفیٰؐ باقی، عشق غیر فانی ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ہی مومنین کو آپ کی حقیقی محبت عنایت فرمائے۔ آمین۔

دینی غیرت وحمیت کی اہمیت

اور اس کے تقاضے

حضرت مفتی عبیدالرحمٰن مدظلہ

اپنی کسی حق تلفی کو دیکھ کر دکھ، افسوس ہونے، اس کی وجہ سے جوش مارنے اور پھر اس کے مطابق کارروائی کرنے کو عموماً ''غیرت'' کہا جاتا ہے، اس کا منشا و باعث کبھی تو کوئی دنیوی بات ہوتی ہے، مثلاً اپنی طبیعت ومزاج یا دنیوی غرض ومفاد کے خلاف کسی بات کو دیکھ کر غصہ آنا، اپنے خاندانی یا قومی عزت ودبدبہ کی وجہ سے کسی بات پر غیرت کرنا، جب کہ بسا اوقات اس کا باعث دینی جذبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیمات اور شریعت اسلامیہ کے خلاف کوئی اقدام دیکھ کر غیرت وحمیت کا ثبوت دیا جائے، غیرت کی پہلی قسم کبھی جائز ہوتی ہے اور کبھی ناجائز اور جواز کی صورت میں بھی کبھی اس کا مظاہرہ کرنا بہتر ہوتا ہے، کبھی صبر و برداشت سے کام لینا مناسب ہوتا ہے، بعض اوقات اس کا مظاہرہ کرنا لازم بھی ہوسکتا ہے۔

اجمالی طور پر اتنا کہا جاسکتا ہے کہ اپنے کسی واقعی جائز حق کے بچانے یا اس کو وصول کرنے کے لئے غیرت وحمیت کا مظہرہ کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ کبھی اس کا کرنا ضروری بھی بن جاتا ہے چنانچہ اپنی بیوی یا محارم کی عزت وحجاب لوٹنے کا خدشہ ہو تو وہاں اپنی حد تک غیرت کا مظاہرہ کرنا ضروری ہوجاتا ہے اور ناحق غیرت کا مظاہرہ کرنا یا غیرت تو کسی حق اور جائز بات کی بنیاد پر ہو، لیکن اس میں شرعی حدود سے تجاوز کرلیا جائے تو غیرت کی یہ قسم ناجائز اور گناہ بن جاتی ہے، جن نصوص میں غیرت کی مذمت کی گئی ہے وہ اسی پر محمول ہیں، جس کی مزید تفصیلات حدیث وفقہ کی کتابوں سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔

یہاں اسی دینی غیرت وحمیت کے متعلق کچھ بے ربط باتیں کرنی مقصود ہیں، دینی غیرت سے مراد یہ ہے کہ غیرت کرنے کی بنیاد کوئی دینی حکم ہو، مثلاً خدا کی زمین پر خدا کی کوئی نافرمانی دیکھ کر غیرت آجائے اور حدود کے اندر رہتے ہوئے اس کا سدباب کیا جائے۔ شریعت کی حدود و احکام کو پامال ہوتے دیکھ کر حمیت آجائے اور اس کی وجہ سے غیظ وغضب یا دکھ درد کی دولت نصیب ہوجائے اور اسی جذبہ کے تحت شرعی بالادستی کی کوشش کی جائے، شرعی فرائض و واجبات میں کوتاہی دیکھی جائے تو دل میں غم و افسوس کی کیفیت پیدا ہوجائے اور اسی کے نتیجہ میں فرائض کو قائم کروانے کی بھرپور محنت کی جائے۔ غرض یہ اور ان جیسے مواقع پر جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، شریعت سے روگردانی کی وجہ سے غیرت آجائے یا شرعی احکام وذمہ داریوں میں کوتاہی وغفلت کا مشاہدہ کرنا اس کا باعث ہو، یہ دینی غیرت کہلاتی ہے۔

غیرت کی یہ قسم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تقریباً تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک مستقل سنت ہے۔ یہ حضرات اپنی بلند صفات، مخلوق خدا کے ساتھ نرمی وشفقت اور دیگر اعلیٰ اخلاق سے باوصف ہوکر بھی اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے دیئے ہوئے احکام کے متعلق اتنے غیور تھے کہ اپنے سامنے اللہ تعالیٰ کی حدود واحکام کا پامال ہوتے دیکھنا برداشت نہیں ہوتا تھا، اگر کوئی مخاطب ان کے سامنے ایسی جرأت کرتا بھی تو یہ حضرات ضرور اس کو ختم کرنے کی سعی بلیغ فرماتے تھے اور اس راستہ میں دعوت ودین کی درجہ بندی اور حکمت کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر، وقت و ماحول کے مطابق مناسب اقدام فرماتے تھے، لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی وعظمت کے مقابلے میں کسی انسان کے ڈراؤ دھمکاؤ، مجرمانہ غفلت وخاموشی یا حرص ولالچ کے سراب میں آکر خدا کی شریعت کو پامال کیا ہو یا کہیں اس پامال کی تحریک میں شرکت کی ہو یا استطاعت کے باوجود اس پر کسی غیر دینی مصلحت کی وجہ سے خاموشی کا جامہ پہنا ہو..... شاید یہی وجہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو ایمان کے شعبوں میں سے ایک مستقل شعبہ کے طور پر شمار فرمایا اور اپنی کتاب ''شعب الایمان'' میں ۷۲ نمبر پر اس کو ذکر فرمایا ہے۔ (شعب الایمان، ۲۶۳/۱۳)

حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں متعدد جگہ مذکور ہے کہ جب حسین لڑکوں کی شکل میں کچھ فرشتے ان کے پاس حاضر ہوئے اور بدباطن قوم نے آ کر تنگ کرنا شروع کیا، جب کہ اسباب کی حد تک آپ علیہ السلام کے پاس اقدام یا دفاع کے لئے درکار طاقت موجود نہ تھی، لیکن تب بھی آپ نے قوم کے اس ناجائز مطالبہ کی خوب خوب تردید فرمائی اور ساتھ یہ تمنا بھی فرمائی کہ اگر میرے پاس اتنی طاقت ہوتی تو میں ان ناجائز معاملات کو ہوتے نہ دیکھتا۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے ایک موقع پر کچھ عرض کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اتعجبون من غیرۃ سعد؟ واللّٰہ لأنا أغیر منہ، واللّٰہ اغیر منی، ومن اجل غیرۃ اللّٰہ حرم الفواحش، ماظہر منہا وما بطن۔“

(صحیح البخاری، رقم الحدیث:۷۴۱۶)

ترجمہ: ”کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو؟ خدا کی قسم! میں ضرور اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی غیرت ہی کی وجہ سے ظاہری و باطنی بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ دینی غیرت کی صفت اللہ تعالیٰ کے لئے بھی ثابت ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی۔

امام احمد بن حنبلؒ علامہ حلیمیؒ سے نقل کرتے ہیں: ”(جس غیرت کی مدح کی گئی ہے، اس میں) دین پر غیرت کرنا بھی داخل ہے، چنانچہ اگر دین کے معاملہ میں اختلاف کرنے والے کسی شخص کو دینِ اسلام پر تنقید کرتے سن لے تو سکون سے نہ بیٹھے اور چشم پوشی نہ کرے، اسی غیرت کے بارے میں سے جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے....“(شعب الایمان،۱۳/۲۶۳)

یہی دینی غیرت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اس قدر نمایاں تھی کہ آپ کی زندگی سے اعتناء رکھنے والے محدثین کرام اس پر باب باندھتے ہیں اور اس میں آپ کی ایسی ہی عادات مبارکہ کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی مفید عام کتاب ”ریاض الصالحین“ میں ایک عنوان باندھا: ”باب الغضب اذا انتھک حرمات الشرع والانتصار لدین اللّٰہ تعالیٰ۔“(ریاض الصالحین،ص:۲۲۰،الرسالۃ)

یعنی: ”یہ باب شریعت کی بے حرمتی دیکھ کر غصہ ہونے اور دین اسلام کے لئے انتقام لینے کے بیان میں ہے۔“ اور اس میں چند روایات ذکر فرمائی ہیں، جو اختصار کے ساتھ مفہوماً پیش خدمت ہیں:

۱:... حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ فلاں شخص کے طویل نماز پڑھانے کی وجہ سے میں جماعت سے رہ جاتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے سخت غصہ ہوئے کہ میں نے کبھی کسی وعظ میں اتنا غصہ ہوتے نہیں دیکھا تھا، پھر فرمایا کہ: ”اے لوگو! بے شک تم میں سے بعض لوگ متنفر کرنے والے ہیں، لہٰذا جو بھی تم میں سے کسی کو امامت کرائے تو اختصار سے نماز پڑھائے، کیونکہ اس کے پیچھے بڑے، چھوٹے اور ضرورت مند (بھی) کھڑے ہوتے ہیں۔“

۲:... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے، جبکہ میں نے اپنے ایک چبوترے پر کپڑا ڈال رکھا تھا، جس پر کچھ تصویریں تھیں، جب آپؐ نے اس کو دیکھا تو اس کو بگاڑ دیا، چہرۂ مبارک کا رنگ تبدیل ہوگیا اور ارشاد فرمایا: ”اے عائشہ! قیامت کے دن لوگوں میں اللہ کے ہاں زیادہ عذاب والے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔“(بخاری ومسلم)

۳:... حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو حد سرقہ سے بچانے کی خاطر آپؐ سے سفارش کی تھی، جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت ومحبت کے باوجود، بڑی ڈانٹ پلائی اور پھر خطبہ میں بھی ان جیسی سفارشات کی خوب مذمت فرمائی۔

۴:... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ والی دیوار میں کچھ تھوک دیکھا، ناراضگی کے اثرات آپ کے چہرۂ انور پر نمایاں ہونے لگے، پھر آپ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ (مبارک) سے اس کو کھرچ دیا، اس کے بعد فرمایا کہ: اے لوگو! بے شک جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوجاتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان میں ہے، اس لئے تم میں سے کوئی بھی ہرگز قبلہ کی جانب نہ تھوکے۔

یہ ایک مختصر سا نمونہ ہے آپؐ کی دینی غیرت اور حمیت کا، ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اس کی جیتی جاگتی تصویر اور آپؐ کی ذات عالیہ اس کا چلتا پھرتا حسین نمونہ تھا، چنانچہ دیکھنے والے آپ کا معمول بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ کی ذات مبارکہ کو تکلیف واذیت دیتا یا آپ کا شخصی، جانی یا مالی نقصان کرتا تو آپ بڑے صبر وتحمل اور پوری خندہ پیشانی کے ساتھ اس کو برداشت کر لیتے تھے، لیکن جہاں کہیں کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا اور شرعی حدود کو پامال کرنے کی کوشش کرتا وہاں آپؐ کی غیرت وغضب قابل دید ہوجاتی اور آپ اس وقت یوں ہی سکوت اختیار نہ فرماتے بلکہ نافرمانی کے ختم ہونے تک درد وغم اور زجر وتوبیخ برابر برقرار رہتی، علم اصول فقہ کے علماء نے اسی وجہ سے آپ کی تقریر کو بھی سنت کا درجہ دے کر ایک مستقل حجت ٹھہرایا ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی خدا کی نافرمانی کرے، شریعت کی حدود کو پامال کر ڈالے اور آپ اس پر خاموشی اختیار فرمائیں بلکہ ضرور اس پر نکیر فرماتے تھے۔

غیرت صدیقی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین اور حضرات صحابہ کرام (رضوان اللہ عنہم اجمعین) کا بھی یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ دینی غیرت وحمیت کے جذبات سے سرشار تھے، دینی احکام کی نافرمانی یا دین دشمنی دیکھتے وقت بڑی غیرت کا مظاہرہ کرتے تھے اور جب تک اس کو ختم نہ کرتے یا اس میں اپنی بھرپور طاقت استعمال نہ فرماتے، اس وقت تک چین کا سانس نہ لیتے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بعض علاقوں میں ارتداد کی لہر دوڑی، جس کا آپؓ نے بروقت اور بالکل صحیح ادراک فرمایا، لیکن اس وقت بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سخت اقدام کرنے کو مصلحت کے خلاف خیال فرمایا، اس وقت آپ نے ایک ایسا تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جو سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے دینی جذبات اور ایمانی غیرت کی آبیاری وشادابی کے لئے کافی ہے، آپؓ نے فرمایا کہ: ''اینقص الدین وانا حیّ؟ ''... کیا میرے زندہ رہتے ہوئے دین میں کمی کی جائے گی؟....

ہمارا المیہ:

دورِ حاضر کی المناک اور بنیادی خرابیوں میں سے ایک عنصر یہ بھی ہے کہ اب دینی غیرت و حمیت کا مزاج و مذاق باقی نہ رہا، مادیت پرستی کے عروج وکمال کی وجہ سے اپنے چھوٹے سے چھوٹے حق کے بارے میں تگ ودو کرنا، اس کام کے لئے اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لانا، ہر اپرے غیرے سے تعلقات استوار کرنا یا ختم کرنا، روز مرہ کا مشاہدہ اور معمول بن چکا ہے، لیکن حق تعالیٰ کے حقوق کو زندہ کرنا اور ان کی نافرمانیوں ومعاصی کو مٹانے کی فکر کرنا، رائج گمراہیوں کی تردید کرنا، اب نہ صرف یہ کہ عملی سطح پر اس کا اہتمام نہیں ہوتا، بلکہ نظریاتی طور پر بھی اس کو کچھ اچھا گوارا نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کو بداخلاقی، عدم برداشت، مزاج کی تیزی وغیرہ طعنوں سے یاد کیا جاتا ہے، کوئی خدا کا وفادار بندہ اس کا التزام کرے بھی، تو قدم قدم پر اس کو حوصلہ شکنی کے اسباب سے واسطہ پڑتا رہتا ہے اپنے ہوں یا اغیار، ہر طرف سے تنقید و ملامت کے تیر برسنا شروع ہوجاتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ اب سطح زمین اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور شریعت کی خلاف ورزیوں سے بھر چکی ہے بلکہ زمین تو زمین، خلا وفضا بھی ناجائز سلکی لہروں سے معمور ہوچکی ہے۔

اعتقادی منکرات کے ختم کرنے کی اہمیت:

پھر عملی معاصی کی بنسبت اعتقادی اور نظریاتی نوعیت کی غلطیاں اور منکرات زیادہ خطرناک ہوتی ہیں، چنانچہ نظریہ اور اعتقاد کی ایک غلطی بسا اوقات سینکڑوں عملی منکرات کا سرچشمہ ثابت ہوجاتی ہے، کیونکہ اعمال وافعال تو اعتقادات ونظریات ہی سے جنم لیتے ہیں، اسی طرح عملی غلطی کی وجہ سے کوئی اسلام کی حدود پار نہیں کر جاتا، گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے خواہ وہ کتنا ہی گناہگار اور فاسق و فاجر کیوں نہ بنے، لیکن بہرحال ہوتا وہ مسلمان ہی ہے، جب کہ اعتقادی معاصی بسا اوقات کفر کی دہلیز تک بھی لے جاتے ہیں، عملی معاصی کی وجہ سے امت میں تفریق وفرقہ بندی کی نوبت نہیں آتی جبکہ اعتقادی گمراہیوں کی بڑی نحوست یہی ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے امت کی اجتماعیت بکھر جاتی ہے اور علماء و صالحین سے تنفر کا تسلسل شروع ہوجاتا ہے، جو بجائے خود بیش بہا معاصی و گمراہیوں کا ذریعہ بن جاتا ہے، اس لئے امت میں موجود غلط اعتقادات ونظریات کی تردید کرنا اور امت مرحومہ کے افراد کو ان سے بچائے رکھنا دینی غیرت وحمیت کا بڑا تقاضا ہے۔

ماضی وحال کے فتنوں کا فرق:

یہ امر بھی حقیقت واقعہ ہے کہ ماضی کے مقابلہ میں موجودہ زمانے کے فتنوں کی پہچان و تعاقب کرنا بڑا مختلف ہے، پہلے جن اسباب کے نتیجہ میں فتنے جنم لیتے تھے، آج کا پیدا ہونے ولا فتنہ عموماً ان اسباب کی پیداوار نہیں ہے، وہاں کسی گمراہی کو پھیلانے اور مسلمانوں کو اس کے اندر پھنسانے کے لئے عمرِ نوح اور صبرِ ایوب جیسے طویل اور صبر آزما مرحلے سر کرنے پڑتے تھے، جب کہ آج خلافت کے سائے سے محرومی، میڈیا کے ناسور اور عالمی کفریہ طاقتوں کی کوشش سے امت مرحومہ کی صورت حال برعکس ہے، اب کسی کے لئے امت کو گمراہ کرنے اور راہِ حق سے ہٹانے کے لئے کچھ زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہیں ہے بلکہ کسی کی طبیعت میں مسلمانوں کی وحدت ختم کرنے اور ان کو گمراہی پر ڈالنے کی کچھ بھی قابلیت ورجحان ہو تو اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک جم غفیر کو راہِ حق سے دور کرنے میں اس کو کامیاب دکھایا جاتا ہے، چنانچہ یہ مبالغہ نہیں بلکہ مشاہدہ ہے کہ موجودہ بعض گمراہیوں میں بہت سے فتنوں کی ابتدا اسی طرح ہوئی۔

ہمارے یہاں عمومی مزاج یہ بنا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ دینداری اور اس کی نشر و اشاعت کا کچھ ذوق نصیب فرماتا ہے اور واقعتاً وہ دل سے منکرات کو ختم کرنے کی کوشش کرنا چاہتے بھی ہیں، وہ اعتقادی منکرات کو کوئی خاطر خواہ اہمیت نہیں دیتے، بلکہ اب تو صورت حال یہ بن رہی ہے یا بنائی جارہی ہے کہ جو لوگ اعتقادی منکرات کا مواخذہ کرتے ہیں ان کو فرقہ پرست، شرپسند وغیرہ القابات سے نوازا جاتا ہے اور اہلِ علم کی جانب سے بھی بعض اوقات ان کو بے توجہی اور حوصلہ شکنی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بے حسی اور بے توجہی ہی کا مظہر ہے کہ ہمارے یہاں اس کام کی تربیت حاصل کرنے کے لئے کوئی مستقل اور تسلی بخش نظام موجود نہیں ہے، جو شخصیات ادارے اپنے طور پر بھی اس کام پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں، ان کو بھی کچھ زیادہ اپنائیت اور قدردانی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا، جس کا ایک نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ روز بروز اعتقادات کی گمراہیوں کا امڈتا ہوا ایک سیلاب ہے، جس میں بہت سے نیک اور مخلص قسم کے لوگ بہتے جاتے ہیں، مثال کے طور پر ایک الحاد اور تجدد ہی کو لے لیجئے کہ ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں افراد اس دام تزویر میں شعوری یا لاشعوری طور پر پھنس چکے ہیں، حالانکہ شروع شروع میں امت کے درمیان یہ فتنہ بڑے معصومانہ انداز سے درآمد کیا گیا تھا، لیکن اس سیلاب کی روک تھام کے لئے دیوار باندھنے والے اور امت کے سرمایہ کو اس میں غرق یاب ہونے سے بچانے کی فکر کرنے والے بہت کم ہیں۔

اگر حالیہ فتنوں، گمراہیوں اور اس کے محرکین کے ساتھ ان لوگوں کا موازنہ کیا جائے جو ان گمراہیوں سے امت کو بچانے کی فکر کرنے میں مصروف عمل ہیں اور پھر ساتھ دونوں فریق کے اسباب و وسائل اور دونوں کی مساعی و کوششوں کا موازنہ کیا جائے تو یہی بات دکھائی دیتی ہے کہ ضلال و گمراہی کی بہ نسبت حق و ہدایت کے لئے خلوص و جدوجہد کے ساتھ کام کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے، جب کہ عصر حاضر میں گمراہی کے اسباب وذرائع میں کئی گنا اضافہ بھی ہو چکا ہے، اس بات کو دیکھ کر یہ یقین مزید پختہ ہو جاتا ہے کہ یہ دنیا دارالاسباب ہے، یہاں ہدایت و نیکی کے پھیلانے کے لئے صرف ہدایت پر ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ ہدایت ہو یا گمراہی، جو اسباب جس درجہ میں بروئے کار لائے جاتے ہیں اسی کے مطابق اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

پس چہ باید کرد..... لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی غیرت کی اس مٹی ہوئی سنت کو پھر سے زندہ کیا جائے اور صرف ظاہری اعمال و احوال ہی میں نہیں، بلکہ اعتقادی و نظریاتی حدود تک اس کے دائرہ کار کو بڑھایا جائے اور ہر نئے پھوٹنے والے فتنہ سے امت کو بروقت آگاہ کردیا جائے تاکہ ظاہری اسباب کی حد تک کسی گمراہی کو امت کے درمیان جمنے اور ٹکنے کا موقع ہی نہ ملے، ورنہ تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک مرتبہ شکاری کے جال میں پھنسنے کے بعد اس کو نکال لینا ایک مشکل اور صبر آزما مرحلہ بن جاتا ہے، جس کا نتیجہ عموماً مایوسی اور ناکامی کی شکل میں ملتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ نہایت مشکل اور کٹھن اقدام ہے، جس میں ذرہ بھر غلطی کرنا بھی بڑے خسارے ونقصان کا باعث بن جاتا ہے، اس لئے اس کام کے لئے بڑے صبر وتحمل، وسیع علم وفضل، گہرے فکر ونظر اور تعلق مع اللہ کی ضرورت ہے۔

رہبرانِ امت کی ذمہ داری اس بات کا انتظام کئے بغیر پوری معلوم نہیں ہوتی کہ درج

بالا صفات سے متصف کچھ افراد کو اس کام کے لئے وقف رکھا جائے جو نبوی طریقۂ دعوت و مناظرہ سے بھی واقف ہوں اور عملی طور پر بھی اس کی تربیت لے چکے ہوں اور پھر ان کو اس حد تک فارغ رکھا جائے کہ اپنے تن من دھن سب کو اس اہم کام کے لئے مختص کرسکیں۔ بات یہ ہے کہ جس طرح امت کی جغرافیائی سرحدات کی حفاظت ضروری ہے اور عملی طور پر اس کام کے لئے ان گنت افرد کو مختص رکھا جاتا ہے کہ قومی بجٹ کا زیادہ تر حصہ اسی پر صرف کیا جاتا ہے اور اس کو اپنی ہوشیاری اور فخر و ناز کا ذریعہ خیال کیا جاتا ہے، یوں ہی بلکہ اس سے کچھ زیادہ اہم چیز امت کی نظریاتی سرحدات کی حفاظت ہے کیونکہ دین و ملت دراصل نام ہی انہی نظریات و اعتقادات کا ہے، اسی پر دین اسلام کی عمارت استوار ہے، لہٰذا اس میدان میں کوئی رخنہ پڑے یا شگاف پیدا ہوجائے تو اس سے براہِ راست اسلام کا قلعہ متاثر ہوگا۔ دینی غیرت وحمیت کا یہی مقتضی ہے کہ دینی مفادات وانتظامات کو ہر مفاد و انتظام پر مقدم رکھا جائے، اگر کسی کو صحیح معنی میں یہ دردِ دین نصیب ہوتا ہے تو اس کے لئے کام کرنے کا نہج طریقہ کار اور اس کام کے اصول و مبادی وغیرہ چیزیں خود واضح ہوجاتی ہیں، چنانچہ مشہور قول ہے:

”محبت خود سکھا دیتی ہے، آدابِ محبت“

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں درد دین کا جذبہ صادقہ اور پھر خلوص واستقامت کے ساتھ اس کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

☆☆..........................☆☆

محمد ﷺ پرچم ختم نبوت لے کے آئے ہیں

حضور ﷺ آئے تو کیا کیا نعمت ساتھ لائے ہیں
اخوت، علم و حکمت، آدمیت لے کے آئے ہیں

کوئی صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھے صداقت کن سے حاصل کی
عمر رضی اللہ عنہ ہیں اُن کے شاہد، وہ عدالت لے کے آئے ہیں

کہا عثمان رضی اللہ عنہ نے میری سخاوت اُن کا صدقہ ہے
علی رضی اللہ عنہ دیں گے شہادت وہ شجاعت لے کے آئے ہیں

رہے گا قیامت تک سلامت معجزہ اُن کا
وہ قرآنِ مبین، نورِ ہدایت لے کے آئے ہیں

خدا نے رحمۃ للعالمین خود اُن کو فرمایا
قسم اللہ کی! وہ رحمت ہی رحمت لے کے آئے ہیں

امین بن کر امانت اہلِ دنیا کو وہ پہنچا دی
جو جبریل علیہ السلام امین ان تک امانت لے کے آئے ہیں

قناعت، حریت، فکر و عمل، مہر و وفا و تقویٰ
وہ انساں کے لئے عظمت ہی عظمت لے کے آئے ہیں

خدا نے دین مکمل کردیا ہے، اے امیںؔ اُن پر
محمد ﷺ پرچم ختم نبوت لے کے آئے ہیں

سید محمد امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

شانِ مصطفیٰ وعظمتِ ختم نبوت کانفرنس، لاہور

لاہور(مولانا عبدالنعیم) جامع مسجد مولانا احمد علی لاہوری اچھرہ لاہور میں تاریخ ساز شان مصطفیٰ وعظمت ختم نبوت کانفرنس ڈاکٹر میاں محمد اجمل قادری کی سرپرستی اور پیر رضوان نفیس کی صدارت میں ہوئی۔ کانفرنس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ کانفرنس میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبدالکریم ندیم، قاضی مطیع اللہ سعیدی، مولانا قاری علیم الدین شاکر، مولانا عبدالنعیم مبلغ ختم نبوت لاہور نے بیانات، حافظ ابوبکر مدنی نے ہدیہ نعت پیش کیا قاری ادریس آصف، حماد انور نفیسی کی تلاوت ہوئی۔ آخر میں قرعہ اندازی کے ذریعے خوش نصیب افراد کو عمرے کے ٹکٹ دیئے گئے: ۱-کریم خان ولد عبداللطیف، ۲-محمد حسنین ولد شبیر احمد، ۳-محمد قاسم ولد انتظار احمد، ۴-محمد جمیل ولد محمد سعید۔ مقررین نے کہا کہ کامل ایمان کے لئے محبت رسول کو دوسری تمام محبتوں پر غالب کرنا لازم ہے۔ اہل حق عشق رسول کی ناقابل تسخیر طاقت سے اسلام دشمن قوتوں کا مقابلہ کریں گے۔ مسلمانوں کے جسموں سے روح محمد نکالنے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔ سامراجی، استعماری اور طاغوتی طاقتیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کو بکھیرنا چاہتی ہیں۔ تاجدار ختم نبوت کی عظمتوں کا جھنڈا تا قیامت سربلند رہے گا۔ مسلم حکمران سیرت رسول کی روشنی میں پالیسیاں بنائیں۔ اسوہ حسنہ کی پیروی ہی دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضامن ہے۔ غلامان رسول ختم نبوت کے معاملے میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوسکتے۔ عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کی اساس ہے، اس کے تحفظ کے لئے ہماری جانیں بھی حاضر ہیں۔ مدارس اسلام کے قلعے ہیں یہاں سے محبت رسول کی شمع روشن ہوتی رہے گی۔ ختم نبوت کے قانون میں بے جا ترامیم کی کوششیں کی جارہی ہیں، ان حالات میں عاشقان مصطفےٰ کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیدار ہوکر رہیں۔ مولانا عبدالکریم ندیم نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں کسی بھی قسم کی کوئی ترمیم برداشت نہیں کریں گے اور ناموس مصطفیٰ پر جانیں قربان کریں گے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے کہا کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس ختم نبوت کے ہزاروں شہداء نے اپنے مقدس لہو سے عقیدہ ختم نبوت و ناموس رسالت اور ملک کے اسلامی تشخص کا دفاع کیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے پہلے مارشل لاء کا جبر ۱۹۵۳ء میں تحریک مقدس ختم نبوت پر آزمایا گیا قادیانی دہشت گرد تنظیم فرقان بٹالین نے فوج کی وردیوں میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی اور اس وقت کے حکمرانوں نے ریاستی مشنری کے ذریعے دس ہزار نہتے مسلمانوں کے مقدس خون سے ہاتھ رنگے۔ مولانا علیم الدین شاکر نے کہا کہ قادیانیت کوئی مذہبی فرقہ نہیں بلکہ انگریز سامراج نے جہاد کی تنسیخ اور مسلمانوں میں تفریق کے لئے اس کا بیج بویا، اکھنڈ بھارت قادیانیوں کا الہامی عقیدہ ہے اور وہ اسی کی تکمیل کے لئے کام کررہے ہیں، ہمارے اکابرین نے اعلان کیا کہ وہ ملک کے جغرافیہ کی بھی حفاظت کریں گے جبکہ مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی نے ۱۹۵۲ء میں بلوچستان کو پاکستان سے علیحدہ کر کے قادیانی اسٹیٹ بنانے کا اعلان کیا تھا۔ مولانا عبدالنعیم نے کہا کہ جھوٹے مدعی نبوت سے دلیل مانگنا بھی کفر ہے، تحفظ ختم نبوت کے لئے ہم سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔ پاکستان کلمہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی کو بنادیا گیا جس نے بیرون ممالک سفارت خانوں کو قادیانی تبلیغ کے لئے وقف کردیا، ظفر اللہ خان نے کراچی کے جلسہ عام میں اپنی سرکاری حیثیت میں اسلام کو مردہ اور قادیانیت کو زندہ مذہب قرار دیا اور آج بھی قادیانی امریکا، اسرائیل اور بھارت سے مل کر پاکستان کی سلامتی کے خلاف خطرناک سازشیں کررہے ہیں۔ اجتماع میں موجود علماء اور عوام نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے عہد کیا کہ اتفاق واتحاد کے ساتھ اسلام دشمن عناصر، ختم نبوت کے دشمنوں اور ناموس رسالت کے قانون کے دشمنوں کا مل کر مقابلہ کریں گے۔ ☆☆

مولانا عبدالحمید ڈوٹو کا وصال

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

حضرت مولانا عبدالحمید ڈوٹو مورخہ ۲۴؍اکتوبر ۲۰۱۹ء بروز جمعرات برضائے الٰہی انتقال فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا عبدالحمید ڈوٹو کے والد گرامی کا نام حکیم مظفر حسین ڈوٹو تھا، جو باورے کہنہ ضلع حافظ آباد میں امام وخطیب کے علاوہ حکمت کا بھی کام کرتے تھے۔اسی گاؤں میں ۱۵؍اپریل ۱۹۶۹ء کو مولانا عبدالحمید ڈوٹو کی پیدائش ہوئی۔آپ نے اپنے والد گرامی، حافظ آباد کے مولانا نور محمد یزدانی، قلعہ دیدار سنگھ کے حضرت مولانا قاضی عصمت اللہ اور جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور سے تعلیم دین مکمل کی۔دورۂ تفسیر نصرت العلوم گوجرانوالہ سے کیا۔باورے کہنہ سے آپ کے والد گرامی جاگووالا نزد نوشہرہ ورکاں میں منتقل ہوئے تو مولانا عبدالحمید ڈوٹو فراغت کے بعد یہاں کچھ عرصہ خطیب ومدرس رہے۔کوٹ کیشو میں تین سال، صالح پور میں چار سال خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔۱۹۹۰ء سے ستمبر ۱۹۹۸ء تک مبارک مسجد گٹو شالہ موڑ اور کچھ عرصہ مدینہ ٹاؤن فیصل آباد میں بھی خطیب رہے۔اس عرصہ میں آپ نے قلعہ دیدار سنگھ میں اپنی رہائش منتقل کر لی۔آپ کی پہلی اہلیہ عالمہ فاضلہ ہیں۔ان کی سربراہی میں یہاں بنات کا مدرسہ بھی قائم کیا۔منچن آباد سے بھی ایک شادی کرلائے۔اس اہلیہ کے لئے بھی مدرسہ للبنات دیدار سنگھ میں قائم کردیا۔حق تعالیٰ نے دونوں گھروں سے انہیں اولاد عطا فرمائی۔کچھ عرصہ بعد تیسرا عقد کرلیا تو ان کی دلداری کے لئے رہوالی ضلع گوجرانوالہ میں رہائش اختیار کرلی۔غالباً اس تیسری اہلیہ سے آپ کی اولاد نہ تھی۔

مولانا عبدالحمید ڈوٹو اسمارٹ بدن کے سفید گورے چٹے، درمیانے قد کے انسان تھے۔قدرت نے انہیں جہاں خوبصورت آواز دی تھی، وہاں شکل وشباہت کے اعتبار سے بھی قدرت نے انہیں بھرپور نوازا تھا۔آپ بہت دوست پرور انسان تھے۔انہیں دوستی لگانا اور دوستی نبھانا بھی آتا تھا۔مرحوم سے بہت دفعہ ملاقات ہوئی۔کبھی کسی کی غیبت تو درکنار کسی کے لئے ہلکا لفظ بھی زبان پر نہ لاتے تھے۔

مولانا زاہدالراشدی صاحب نے ان کی تقریر سن کر فرمایا کہ: ’’الحمدللہ! ابھی خطابت کی کوکھ بانجھ نہیں ہوئی۔‘‘ مولانا کو تعلیم کے دوران ہی خطیب بننے کا شوق تھا۔قدرت نے غضب کا گلا دیا تھا۔ابتدا میں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحوم کی خطابت کا پرتو لئے ہوئے تھے۔آہستہ آہستہ جب خطابت کے میدان میں آگے بڑھے تو آپ نے اپنی خطابت کے اتار چڑھاؤ، طرز بیان، انداز گفتگو میں خاصی تبدیلی کرلی۔جب آپ فیصل آباد میں خطیب تھے، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا محمد اشرف ہمدانی، صاحبزادہ افتخار الحسن کے ہوتے ہوئے فیصل آباد میں اپنی خطابت کا لوہا منوایا اور بڑی کامیابی سے مردمیدان کی طرح آگے بڑھے۔متذکرہ خطبا بھی برخوردار نواز تھے، انہوں نے تھپکی دی، مولانا کی صلاحیتوں کو قدرت نے جلا بخشی، آگے بڑھے اور بڑھتے ہی گئے۔پاکستان کا کونہ کونہ نہیں بلکہ یورپ وافریقہ تک آپ کی خطابت کے ڈنکے بجنے لگے۔آپ کی خوبی تھی کہ موضوع کی پابندی کرتے تھے۔تیاری کے ساتھ گفتگو کرتے۔جوانی، ترنم، خوبصورت ادائیں، موضوع پر بھرپور تیاری سے ان کی خطابت نے ایسی پرواز کی کہ بہت جلد خطابت کی بلندیوں کو چھونے لگے۔یہ وہ آپ کی خوبی تھی جس نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگادیئے۔

مولانا نے کئی عمرے اور دو حج کیے۔’’حرمین کے راہی‘‘ کے نام سے سفر عمرہ پر سفرنامہ بھی تحریر کیا۔اس کتاب کے طرز تحریر سے لگتا ہے کہ ان کے اندر ایک کامیاب ادیب کی صلاحیتیں بھی تھیں۔یہ ایک اور بات ہے کہ اپنی خطابتی وتبلیغی مصروفیات کے باعث تحریر کے میدان میں قدم نہ بڑھا سکے۔ورنہ تقریر کی طرح تحریر آپ کے در کا پانی بھرتی۔مولانا باضابطہ طور پر جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر سرگرم عمل رہے، آخری عمر میں پاکستان علماء کونسل کی جنرل سیکرٹری شپ پر براجمان ہوئے۔غرض آپ اپنی طرز کے نامور خطیب تھے۔صاف ستھرا، نفیس وعمدہ لباس زیب تن کرتے تو شہزادے لگتے تھے۔ان کی ادائیں محبوبانہ تھیں اور مزاج عاشقانہ تھا، نظر وکردار پاک تھا۔ان کے سفر حج کے ایک ساتھی نے

بتایا کہ پورے سفر حج میں مصلیٰ ان کے کندھے پر رہتا تھا اور یہ عادت ایسی بنالی کہ اس میں تخلف نہ کرتے تھے۔ گویا تمام اداؤں کے باوجود رب کریم کے در اقدس پر جاتے تو سراپا نیاز بن جاتے۔ دوستوں سے بھی ان کا یہی معاملہ تھا۔ آپ جتنے جھکتے گئے قدرت آپ کو اتنا بلند کرتی گئی۔ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ ان کی خطابت کی بلندیٔ پرواز کو دیکھنے کے لئے پگڑی کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ عظمت اہلِ بیتؓ، محبت صحابہؓ، توحید ورسالت کے موضوعات آپ کی خطابت کے عناصر اربعہ شمار ہوتے تھے۔

چناب نگر ختم نبوت کانفرنس پر عرصہ تک تشریف لاتے رہے۔ گوجرانوالہ ڈویژن میں بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کانفرنسوں کو رونق بخشتے تھے۔ ان کی خطابت کے تذکرے دیر تک رہیں گے۔ آپ کی مصروفیات، سفر کی بہتات، مرغن غذائیں، گرم و سرد ماحول کے باعث جگر کے مریض بن گئے۔ علاج کے لئے کورس کرنے پڑے۔ ہائی پاور ادویات نے منفی اثر بھی جسم پر کیا۔ گھریلو مصروفیات، آل واولاد کی پرورش، مدارس کی نگہداشت نے بھی طبیعت پر اثر ڈالا۔ ہنستا انسان، مسکراتا پھول ایسا مرجھایا کہ پھر تروتازگی نہ پاسکا۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ علاج کے لئے لاہور لے جایا جارہا تھا کہ جسم، جان کی بازی ہار گیا۔ جمعرات صبح انتقال ہوا۔ رات دس بجے جنازہ ہوا اور یوں خطابت کا درخشندہ ستارہ منوں مٹی میں غروب ہوگیا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں، پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو، آمین! وہ کیا گئے کہ اب ان کی یادوں سے دل کو لبھانا بھی مشکل ہوگیا۔ ☆☆

ختم نبوت کانفرنس محراب پور

نواب شاہ (قاری عبداللہ فیض) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام بروز جمعرات 3/اکتوبر 2019 بعد نماز مغرب مرکزی جامع مسجد محراب پور میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس کی صدارت مقامی امیر مولانا عبدالصمد، نگرانی مقامی جنرل سیکرٹری مولانا خالد محمود نے کی جبکہ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا تجمل حسین (مبلغ عالمی مجلس ختم نبوت نواب شاہ) نے سرانجام دیئے۔ کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا، تلاوت کی سعادت قاری فتح محمد نے حاصل کی، پھر سندھ کے مشہور نعت خواں الحاج امداداللہ پھلپھوٹو نے ہدیہ حمد ونعت پیش کیا۔ مولانا عبدالرحمٰن ڈنگراج (امیر جمعیت نوشہرو فیروز) نے بیان کیا، بعدازاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت دین کی بنیاد ہے، اس کا تحفظ ہر مسلمان پر لازم ہے۔ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مسلمان کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور قادیانیوں کو ان کے مکروہ مقاصد میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ ان کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے جھوٹے مدعیان نبوت کی تاریخ بیان کی، اکابر علماء کرام کی لازوال قربانیاں، تحریک ختم نبوت اور قادیانوں کا دجل وفریب بیان کیا اور پیغام دیا کہ پاکستان بھی باقی رہے گا اور ختم نبوت کا قانون بھی باقی رہے گا، مسلمان ہر صورت میں ختم نبوت کا تحفظ کریں گے اور قادیانیت کا تعاقب جاری رکھیں گے۔ آخر میں مولانا قاری کامران احمد نے بیان کیا اور دعا کرائی۔ کانفرنس کے اختتام پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا اردو اور سندھی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا اور کانفرنس کے شرکاء کے لئے کھانے کا نظم بھی کیا گیا۔ کانفرنس میں حاجی عزیز اللہ چانگ، قاری غلام مصطفیٰ، حافظ حبیب الرحمٰن، مولانا سید حماداللہ شاہ، مولانا آصف محمود پھل، مولانا عبدالحکیم سولنگی، حکیم عبدالواحد بروہی، مولانا عارف محمود، مولوی ابراہیم، قاری عبدالرحمٰن، مولوی لیاقت علی، مولانا شاکر محمود اور قاری محمد اشرف سمیت دیگر علماء کرام اور عوام الناس نے بھرپور شرکت کی۔ کانفرنس کے انتظامات مفتی محمد شاہد، حافظ تاج محمد ملک، بھائی فیصل، مولوی سجادالرحمٰن، مولوی اللہ ودھایو اور دیگر ساتھیوں نے سنبھالے اور علماء کرام کی ضیافت کی ذمہ داری سنبھالی۔ اللہ تعالیٰ اس کانفرنس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

کلیدی عہدوں پر قادیانی

جناب محمد متین خالد صاحب

کسی بھی حکومت میں سرکاری مشینری کی بہت زیادہ اہمیت ہوتی ہے کہ حکومت کو بہتر اور احسن طریقے سے چلانے میں سرکاری افسران کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اگر یہ اہلکار دیانت دار، محنتی، قابل، شائستہ اور قانون پسند ہوں تو حکومت کا ڈھانچہ نہ تو کبھی شکستہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی سیاسی لحاظ سے کمزور۔ لیکن اگر اہلکار بدکردار، بددیانت، راشی، نااہل، بداطوار اور نظریاتی طور پر ملک کے مخالف ہوں تو حکومت کا قائم رہنا ناممکن اور سیاسی استحکام زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اہلکاروں کے انتخاب میں ہمیشہ تعلیم، اہلیت، شہرت، نظریاتی پاکیزگی، اسلام اور پاکستان سے وفاداری جیسے عوامل کو بطور خاص ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اس لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ اعلیٰ عہدوں پر تقرریاں کرتے وقت ایسے لوگوں کے ناموں پر غور نہ کیا جائے، جن کی اسلام، پاکستان اور آئین کے ساتھ وفاداری مشکوک ہو، کیونکہ اگر چور، چوکیدار بن گئے اور راہزنوں نے راہبروں کی جگہ لے لی تو پھر قانون اور آئین کے تحفظ کی ضمانت کون دے سکے گا؟ قادیانیوں کے بارے میں حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے تاریخی جملہ فرمایا تھا کہ ’’قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں‘‘ اور یہ بات پاکستان کے گزشتہ 60 سالوں میں بار بار ثابت ہوچکی ہے کہ قادیانی پاکستان دشمنی اور آئین و قانون شکنی میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ ان حالات میں یہ بات نہایت قابل افسوس ہے کہ پاکستان میں اعلیٰ مناصب پر قادیانی عناصر کو ایک خاص سازش کے تحت فائز کیا جا رہا ہے۔

سرکاری محکموں میں مرزائیوں کا اپنی آبادی سے بدرجہا بڑھ کر قبضہ کرنے پر مسلمان بجا طور پر بے چین ہیں۔ ان کی سابقہ روش کو دیکھ کر اگر وہ یہ مطالبہ کرتے کہ آئندہ دس سال میں ملک کے ہر محکمے میں کسی بھی مرزائی کی بھرتی بند کر دی جائے تب بھی یہ مطالبہ عین قرین انصاف تھا۔ مگر مسلمان اس سے کم تر مطالبہ یعنی قادیانیوں کو کلیدی مناصب سے ہٹانے پر اکتفا کئے ہوئے ہیں۔ جس کی معقولیت کی بنیاد صرف یہ مذہبی نظریہ نہیں کہ کسی اسلامی سٹیٹ میں قرآن وسنت کی واضح ہدایات کی بناء پر کسی بھی غیرمسلم کو کلیدی مناصب پر مامور نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے علاوہ یہ مطالبہ اس لئے بھی کیا جا رہا ہے کہ:

(1) یہ لوگ پچھلے انگریزی دور میں مسلمانوں کی غفلت اور انگریزوں کی غیر معمولی عنایات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے نام پر مسلمانوں کی ملازمتوں کے کوٹہ کا استحصال کرتے آئے ہیں۔

(2) قیام پاکستان کے بعد حکمرانوں کی غفلت یا بے حسی سے فائدہ اٹھا کر اس معمولی اقلیت نے شرح آبادی کے تناسب سے بدرجہا زیادہ ملازمتوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

(3) اس گروہ سے تعلق رکھنے والے اہم مناصب پر فائز افراد نے اپنے ہم مذہبوں کو بھرتی کر کے اور اپنے ماتحت اکثریتی طبقہ مسلمانوں کے حقوق پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھائی۔

(4) اس کے نتیجے میں ملک کے تمام اہم شعبوں فوج، صنعتی، معاشی، اقتصادی، انتظامیہ، مالیات، منصوبہ بندی، ذرائع ابلاغ وغیرہ پر انہیں اجارہ داری حاصل ہوگئی اور ملک کی قسمت کا فیصلہ ایک مٹھی بھر غیر مسلم جماعت کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

(5) اس گروہ کے سرکردہ افراد نے اپنے دائرہ اثر میں اپنے عہدہ اور منصب کو قادیانیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے استعمال کیا اور انہی ہدایات پر عمل کیا جو ان کے خلیفہ گاہے بگاہے انہیں دیتے ہیں۔

(6) کلیدی مناصب پر فائز مرزائیوں کے ذمہ دار افراد ملک وملت کے مفادات سے غداری کے مرتکب ہوتے رہے۔

ان چند وجوہات کی بناء پر مرزائیوں کا کلیدی مناصب پر برقرار رہنا صرف مذہبی نقطہ نظر سے نہیں بلکہ ملک کی اکثریت کے معاشی، سماجی،

معاشرتی مفادات کے تحفظ اور ملک و ملت کی سالمیت کا بھی تقاضا ہے۔

قادیانیوں نے جب ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نوزائیدہ پاکستان پر دھاوا بولا، تو سب سے پہلے سرظفر اللہ خان قادیانی کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنوایا گیا کہ اس سے مرزائیوں کو دوہرا فائدہ حاصل ہونا تھا: اوّل: پاکستان میں اعلیٰ مناصب کے لئے مرزائیوں کے لئے وزیر خارجہ کی سفارش پر خصوصی چناؤ۔ دوم: بیرونی دنیا میں قادیانی تبلیغ اور تعلقات کے فوائد جی بھر کر حاصل کرنا اور یوں قادیانی دونوں طرح کے فوائد میں خوب آگے نکل گئے۔ اصولی طور پر ظفر اللہ کا وزیر خارجہ پاکستان بننا ہی غلط تھا کہ یہ ایک کلیدی یعنی محفوظ منصب تھا۔ مگر بہ امر مجبوری اس کو قبول کیا گیا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انگریز وائسرائے نے اس (ظفر اللہ) کی تقرری پر بہت اصرار کیا اور دھمکی دی کہ جب تک (اس کو وزیر خارجہ پاکستان ہونے کا) اعلان نہیں کیا جاتا، اختیارات کی منتقلی نہ ہوسکے گی۔ سرظفر اللہ خاں 27/دسمبر 1947ء سے 24/اکتوبر 1954ء تک تقریباً 7 سال تک وزیر خارجہ کے عہدے پر رہے۔

ایک موقع پر قادیانی خلیفہ مرزا محمود نے اپنے پیروکاروں کو تلقین کرتے ہوئے کہا:

”جب تک سارے (سرکاری وغیر سرکاری) محکموں میں ہمارے آدمی (مسلط) نہ ہوں، ان (محکموں کے اثر و رسوخ) سے جماعت (مرزائیہ) پوری طرح کام نہیں لے سکتی۔ مثلاً موٹے موٹے محکموں میں سے فوج ہے، پولیس ہے، ایڈمنسٹریشن ہے، ریلوے ہے، فنانس ہے، اکاؤنٹس ہے، کسٹمز ہے، انجینئرنگ ہے، یہ آٹھ دس موٹے موٹے محکمے ہیں جن کے ذریعے جماعت (مرزائیہ) اپنے حقوق محفوظ کرا سکتی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں بے تحاشا جاتے ہیں اس کے نتیجے میں ہماری نسبت فوج میں دوسرے محکموں کی نسبت سے بہت زیادہ ہے اور ہم اس سے اپنے حقوق کی حفاظت کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ باقی محکمے خالی پڑے ہیں۔ بے شک آپ لوگ اپنے لڑکوں کو نوکری کرائیں لیکن وہ نوکری اس طرح کیوں نہ کرائی جائے جس سے جماعت فائدہ اٹھا سکے۔ اور پیسے بھی اسی طرح کمائے جا سکتے ہیں کہ ہر محکمے میں ہمارے آدمی موجود ہوں اور ہر طرف ہماری آواز پہنچ سکے۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ جلد نمبر 40 شمارہ نمبر 10 صفحہ 4، 11/جنوری 1952ء)

یہی وجہ ہے کہ وزارت خارجہ، وزارت داخلہ، وزارت دفاع، وزارت خزانہ، وزارت پانی و بجلی، وزارت مواصلات، وزارت سائنس و ٹیکنالوجی، وزارت صحت، پی آئی اے، احتساب بیورو، وزارت تعلیم، پبلک سروس کمیشن، ایٹمی توانائی کمیشن، بیرونی ممالک سفارت خانے، سی بی آر وغیرہ میں قادیانیوں کی بھرمار ہے۔ مُلکِ عزیز پاکستان میں سابق وزیر خارجہ سرظفر اللہ خان کے دور میں حساس عہدوں پر قادیانیوں کو تعینات کیا گیا۔ حساس اداروں کے کلیدی عہدوں پر قادیانیوں کا براجمان ہونا ملکی سالمیت اور بقاء کے لئے حد درجہ خطرناک ہے۔ اس لئے کہ ہر قادیانی نے اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔ اس سلسلہ میں سرظفر اللہ خان کی زندگی ہمارے سامنے ہے کہ وہ پہلے قادیانی جماعت کے مبلغ اور بعد میں حکومت پاکستان کے ملازم تھے۔ اسی طرح جہاں کہیں بھی کوئی قادیانی موجود ہے، وہ اس ادارہ کا ملازم بعد میں ہے قادیانیت کا مبلغ پہلے ہے۔ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں، آبادی کے تناسب سے قادیانیوں کو ملازمتیں ضرور ملنی چاہئیں کہ اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری از حد ضروری ہے جبکہ موجودہ صورتحال یہ ہے کہ آبادی کے تناسب سے بڑھ کر کئی گنا زیادہ قادیانی سرکاری حساس اداروں میں ملازم ہیں۔ تقریباً 22 کروڑ آبادی میں 20 لاکھ کے قریب قادیانی ہیں۔ یعنی کل آبادی کا ایک فیصد بھی نہیں۔ لیکن جب عملی میدان یا بیوروکریسی میں نظر دوڑائی جائے تو پیپلز پارٹی کے بانی جناب ذوالفقار علی بھٹو کا وہ تاریخی جملہ 100% سچ نظر آتا ہے جو انہوں نے کرنل رفیع الدین کو کہا تھا کہ:

”یہ لوگ (قادیانی، مرزائی) چاہتے تھے کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔“

(بھٹو کے آخری 323 دن، صفحہ 167)

امریکا میں جو مقام یہودیوں کو حاصل ہے وہی قادیانیوں نے پاکستان میں حاصل کرنا چاہا۔ اپنے غلبہ و اقتدار کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے قادیانی قیادت نے اپنے کارکنوں کو سرکاری محکموں میں بھرتی کرنے کا منصوبہ بنایا اور پھر اپنے اس سرکاری اثر و رسوخ کو قادیانیت کے فروغ اور استحکام کے لئے استعمال کیا۔ وزیر خارجہ

سر ظفر اللہ خاں قادیانی اپنی سرکاری حیثیت سے ناجائز فائدے اٹھانے میں اس حد تک بدنام ہوا کہ 1953ء میں اس کے خلاف ملک بھر میں زبردست احتجاج ہوا اور عوامی سطح پر اس کی برطرفی کا مطالبہ کیا گیا۔ اس تحریک کے دوران معلوم ہوا کہ سر ظفر اللہ خاں کا وزیر خارجہ کی حیثیت سے تقرر برطانوی سامراج کے دباؤ کا نتیجہ تھا اور اس کے عرصۂ وزارت میں اسے اسلام دشمن طاقتوں کا مکمل تحفظ حاصل رہا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ سر ظفر اللہ خاں کے دور وزارت میں بیرون ممالک تمام پاکستانی سفارت خانوں میں ان کی سفارش پر یہودی لڑکیوں کو ملازم رکھا گیا جس سے اسلامی ممالک میں پاکستان کی بہت جگ ہنسائی ہوئی۔ اس وجہ سے بعض عرب ممالک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کشیدہ رہے۔ علاوہ ازیں بیرونی دنیا میں پاکستانی سفارتخانوں کے ذریعے اس قدر قادیانی لٹریچر تقسیم کیا گیا کہ قادیانیت کو ہی پاکستان کا سرکاری مذہب سمجھا جاتا تھا۔ سر ظفر اللہ خاں نے اپنے خلیفہ مرزا محمود کے حکم پر بیرون ممالک تمام سفارتخانوں میں چن چن کر قادیانیوں کو بھرتی کیا جو قادیانیت کی تبلیغ کے لئے دن رات کام کرتے تھے۔

روزنامہ ”نوائے وقت“ کے بانی جناب حمید نظامی مرحوم نے کہا تھا کہ غیر ممالک میں پاکستان کے ”سفارت خانے“ تبلیغ مرزائیت کے اڈے اور ان کے جماعتی دفاتر معلوم ہوتے ہیں۔ سر ظفر اللہ خاں نے اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب کی حیثیت سے جب جزائر عرب الہند کا دورہ کیا تو اس نے مختلف تقریبات میں جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی کا آخر الزمان نبی کی حیثیت سے تعارف کرایا۔ سر ظفر اللہ خاں کی انہی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ 1950ء میں تقریباً 40 ممالک میں قادیانیوں کے 126 مشن کام کر رہے تھے، ان میں سے ایک اسرائیل میں بھی ہے۔

حال ہی میں حکومت پاکستان نے معروف قادیانی نبیل منیر شیخ کو اقوام متحدہ میں مستقل نائب مندوب تعینات کیا ہے۔ یہ شخص قادیانی جماعت کے حلقہ گارڈن ٹاؤن لاہور کا صدر اور قادیانی تنظیم انصار اللہ کا زعیم تھا۔ نبیل منیر شیخ کی بیوی صائمہ منیر قادیانی خواتین کی تنظیم لجنہ کی سرکردہ راہنما ہے۔ اس نے اپنا وصیت نامہ قادیانی مرکز ربوہ میں جمع کروا رکھا ہے جس کے تحت اس کی موت کے بعد اس کی جائیداد کا 1/10 حصہ قادیانی فنڈ میں جمع کر دیا جائے۔ یاد رہے یہ فنڈ قادیانی مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں خرچ ہوتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی ایسا افسر نہیں جسے اس حساس عہدہ پر تعینات کیا جا سکے؟

پاکستان میں کلیدی عہدوں پر قادیانیوں کی تعیناتی کے سلسلے میں اسلام آباد ہائی کورٹ کا تاریخی فیصلہ ملاحظہ کیجیے:

”اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے قادیانیوں کی ریاستی اداروں اور کلیدی عہدوں بشمول اعلیٰ آئینی عہدوں پر تعیناتی اور گھس بیٹھنے کے عمل کی موثر درستگی ہونی چاہیے تھی لیکن اس سمت میں کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا ہے اگرچہ قوم کا مطالبہ اور دوسری آئینی ترمیم کی منشا یہی ہے۔

ریاست پاکستان مخصوص طریقہ کار اور نئے سائنسی اقدامات کے ذریعے اس اقلیت کی اصل تعداد کا پتہ چلائے۔ یہ ایسی صورت حال میں مزید ضروری ہو جاتا ہے جب اس اقلیت کی ایک بڑی تعداد اصل شناخت چھپاتی ہے اور مسلمان ہونے کا غلط تاثر دیتی ہے۔ جنرل پرویز مشرف کے آمرانہ دور میں، ہر کسی نے قادیانیوں کی جانب سے طاقت کی راہداریوں تک رسائی کو محسوس کیا تھا اور یہ تشویش کا باعث بنتا رہا ہے۔ طارق عزیز (ایک سرکاری افسر جو قادیانی تھا) نے صدر جنرل پرویز مشرف کے پرنسپل سیکرٹری ہونے کے ناطے اپنا کردار ادا کیا اور مختلف محکموں میں قادیانیوں کی شمولیت کو یقینی بنایا۔ ان میں آئینی عہدے بھی شامل ہیں اور اس وجہ سے مختلف اہم حساس نوعیت کے معاملات میں قادیانیوں کو مشاورت کا حصہ بنادیا۔ یہاں دوبارہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنے پاکستانی اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کا پرنسپل سیکرٹری آئین پاکستان کے آرٹیکل 260(3)(a)(b) کے تحت مسلمان تھا یا غیر مسلم تھا۔ حال ہی میں واجد شمس الحسن نے قادیانیوں کے سرپرست ملک برطانیہ میں قادیانیوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اپنے قادیانی عقیدے کو افشا کیا ہے۔

یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پاکستان کا ہر شہری بلا امتیاز نسل، ذات، عقیدہ یا مذہب کے زندگی کا حق رکھتا ہے اور آئین کی حدود میں اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق رکھتا

ہے۔ تاہم، چونکہ قادیانیوں کو پہلے ہی غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے، اس لئے ان کو دیگر اقلیتوں کی طرح ہی تصور کیا جانا چاہئے جن کو بآسانی شناخت کرلیا جاتا ہے اور اپنے ناموں سے اپنے مذہب کو چھپانے کا اہتمام نہیں کرتے۔

ملک کے وسیع تر مفاد میں عدالت ایسے افراد کے نام ظاہر کرنے سے باز رہے گی جو قادیانی عقائد رکھتے ہیں مگر انھوں نے اپنی مذہبی شناخت چھپا کر بیوروکریسی، عدلیہ، فوج، نیوی، ایئر فورس اور دیگر حساس اور اہم اداروں میں اعلیٰ عہدے حاصل کئے ہیں کیونکہ اس سے بدمزگی پیدا ہوگی مگر اس روش کا خاتمہ ہونا چاہئے۔ ملک کے ہر شہری کا حق ہے کہ وہ ایسے افراد کے بارے میں جانے جو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں وہ کس مذہبی برادری سے تعلق رکھتے ہیں، جو لوگ ان کے بچوں کے لئے نصاب ترتیب دیتے ہیں کن مذہبی عقائد کے حامل ہیں، جو لوگ ان کی پالیسیاں مرتب کرتے ہیں ان کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا تکریم دیتے ہیں، وہ لوگ جو سفیر ہیں اور ان کے اسلامی نظریے کے نمائندہ ہیں اور دنیا بھر میں اس کا پرچار کرنے کے لئے تعینات ہیں کون سے نظریے کی تشہیر کرتے ہیں اور کس کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں اور سب سے آخر میں لیکن اتنی ہی اہم بات ہے کہ وہ لوگ جن کے ذمے پاکستان کا دفاع ہے وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟ یہ ریاست کی ذمہ داری تھی اور بالخصوص وفاقی حکومت کی لیکن یہ اس سے عہدہ برآ ہونے میں بری طرح ناکام ہوچکی ہے جس وجہ سے عدالت احکامات جاری کرنا ضروری سمجھتی ہے۔

پاکستان میں رہنے والی اکثر اقلیتیں اپنے ناموں اور پہچان کے اعتبار سے علیحدہ شناخت رکھتی ہیں لیکن آئین کے مطابق ان اقلیتوں میں سے ایک اقلیت اپنے ناموں اور ظاہری لباس کے اعتبار سے علیحدہ شناخت نہیں رکھتے جس سے بحرانی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اپنے ناموں کی وجہ سے وہ آسانی سے اپنا عقیدہ چھپا سکتے ہیں اور ایک مسلم اکثریت کا حصہ بن سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں، وہ مکرم اور حساس عہدوں تک رسائی بھی پا سکتے ہیں اور جملہ مفادات حاصل کرسکتے ہیں۔

اس صورت حال کو سنبھالنا اہم ہے کیونکہ ایک غیر مسلم کی آئینی عہدوں پر تعیناتی ہمارے مقامی قانون اور رسومات کے منافی ہے۔ اسی طرح، غیر مسلم مخصوص آئینی عہدوں کے لئے منتخب بھی نہیں ہو سکتے ہیں۔ اکثر اداروں/شعبوں بشمول پارلیمنٹ کی ممبرشپ، اقلیتوں کے لئے مخصوص نشستیں ہیں۔ اسی لئے جب کسی اقلیتی گروہ کا کوئی رکن اپنے اصل مذہبی عقیدے کو دھوکہ دہی سے چھپاتا ہے اور اپنے آپ کو مسلم اکثریت کا حصہ ظاہر کرتا ہے تو وہ آئین کے الفاظ اور روح کی نفی کر رہا ہوتا ہے۔ اس پامالی سے محفوظ بنانے کے لئے ریاست کو فوری اقدامات کرنے چاہئیں۔" ☆☆☆

بھارتی سپریم کورٹ کا فیصلہ شرمناک، غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے

لاہور...عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم نشرواشاعت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مبلغ ختم نبوت لاہور مولانا عبدالنعیم، مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر، مولانا قاری علیم الدین شاکر، مولانا عبدالشکور حقانی، مولانا محبوب الحسن طاہر، مولانا قاری عبدالعزیز، قاری محمد اقبال نے بھارتی سپریم کورٹ کے متنازعہ فیصلے پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اس فیصلہ کو تاریخ کا متنازعہ ترین فیصلہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ بھارتی عدالت بھی انتہاپسند آئیڈیالوجی کے ساتھ کھڑی ہوگئی یہ ایک بدنما داغ ہے، اسے ہندوستان کی ریاست کبھی نہیں دھو پائے گی۔ بھارت کی سب سے بڑی عدالت نے پیغام دیا کہ وہ آزاد نہیں، آج ہندوستان میں فاشسٹ اور انتہا پسندی کی سوچ نے اقلیتوں سے سہارا چھین لیا۔ اس فیصلے سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی۔ کشمیر پر مظالم ڈھانے کے بعد بابری مسجد کا فیصلہ بھی ہندوؤں کے حق میں دے دیا گیا اور ہم کرتار پور کا تحفہ ہندوستان کو دے کر جشن منا رہے ہیں۔ علماء کا کہنا تھا کہ بھارتی سپریم کورٹ پر بے پناہ دباؤ ہے اور مودی کی سیاست نفرت کی سیاست ہے۔ بی جے پی نفرت کے بیج بو رہی ہے، بھارت کے مسلمان پہلے ہی دباؤ میں تھے اور اب اس فیصلے کے بعد مزید دباؤ بڑھنے کا خدشہ ہے۔ بھارتی سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ شرمناک، غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے۔ اس فیصلے سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی، فیصلے نے بھارت کے سیکولر چہرے کو داغدار کر دیا ہے۔ بھارت میں ہندوتوا کی جیت ہوئی، کیونکہ سپریم کورٹ نے متنازع زمین پر مندر بنانے کا کہہ دیا ہے جہاں مسجد تعمیر نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے کہا کہ یہ سیکولر انڈیا کے مکروہ چہرے کا اختتام ہے کہ بھارتی سپریم کورٹ مودی کے بیانیے کے ساتھ ہے۔ بھارتی سپریم کورٹ کا فیصلہ غیر متوقع نہیں تھا بھارت میں مسلمانوں کی شہریت کو ختم کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج کے ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی، فیصلہ بول رہا ہے کہ یہ مذہبی بنیاد پر دیا گیا ہے، محض یہ کہہ دینا کہ یہ فیصلہ مذہبی بنیاد پر نہیں دیا گیا بے معنی ہے، ایودھیا کی تاریخی بابری مسجد کی جگہ رام جنم بھومی نہیں ہے۔ مودی کے ہوتے ہوئے امن کی بات نہیں کی جاسکتی، بابری مسجد کیس کی جگہ مندر کی تعمیر کا حکم عقل کے اندھے ہی دے سکتے ہیں۔

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ!

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا تحریری بیان

قسط:۲۰

مرکزی حکومت نے کیا کیا:

مرکزی حکومت نے زیادہ سے زیادہ کابینہ کے سامنے مسئلہ رکھا ہوگا۔ لیکن کابینہ ایک فیملی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کو خود وزیراعظم نامزد کیا کرتا ہے۔ ان آٹھ دس آدمیوں کا آپس میں بیٹھ کر اپنی بات چیت کو کافی سمجھ لینا بر خود غلط ہونے اور پاکستان کے اعلیٰ مفاد سے بے اعتنائی برتنے کے مترادف ہے۔

خاص کر کہ اس میں مدعا علیہ چوہدری ظفر اللہ خان بھی موجود ہو۔ جن کے بارہ میں ذکر کردہ واقعات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ مرکزی وزیروں کی رائے کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے اور یہ کہ ان سے انتہائی افسوسناک بدعنوانیوں کے سلسلہ میں بھی جواب طلب نہیں کیا جاسکتا تھا اور یہ کہ وہ اپنے مذہبی مشاغل کے مقابلہ میں نہ صرف فساد و بدامنی کی پرواہ کرتے نہ کسی سرکاری اعلان واحکام کی۔ ان حالات میں کیبنٹ کے اندر ان مطالبات کے سلسلہ میں پاکستان اور اسلامی مفاد کے پیش نظر فیصلہ کرنا اچھا خاصا مشکل تھا۔ جب کہ یہ فیصلہ مرزائیت کے لئے مضر ہو۔

جناب والا! ہماری ان معروضات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ وزیراعظم خواجہ ناظم الدین اقرار کرتے ہیں کہ مرکز میں دھڑے بندی تھی۔ جس سے گورنر جنرل بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ ان حالات میں اقتدار کی دوڑ میں مصروف حضرات کس طرح ظفر اللہ خان جیسے ایک اہم آدمی کو اپنا مخالف بناسکتے ہیں۔ جو وزیرخارجہ ہونے اور اپنی مذہبی روایات کے لحاظ سے بھی بیرونی طاقتوں سے بھی تعلقات رکھتا ہو اور پاکستان کی تمام بیرونی سیاست کو اپنے قبضہ میں کئے بیٹھا ہو اور جو آج کسی کو سفیر بنوادے۔ وہ کل وزیر بن سکتا ہے۔

اس صورت میں کیبنٹ کے چند افراد کے اندر ایک آدھ دفعہ بحث وتمحیص اتنے بڑے عوامی مسئلہ کے سلسلہ میں کافی سمجھنا غلط در غلط ہے۔

پاکستان حکومت میسرز کی بے اثری:

معزز عدالت! یہ کہنا کہ کیبنٹ میں ظفر اللہ خان کی موجودگی مطالبات کا مسئلہ حل کرنے کی راہ میں زبردست رکاوٹ تھی۔ اس کی تائید، بعد کے واقعات نے بھی کی۔ (مثلاً خواجہ ناظم الدین نے بھی بعد از خرابی بسیار)

جب تمام پاکستانی صوبہ جات کے وزرائے اعلیٰ گورنروں اور دیگر سول وفوجی حکام کی کانفرنس طلب کی۔ اس میں متفقہ طور پر جو تجویز پاس ہوئی وہ یہ تھی کہ قادیانی سربراہ سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ مسلمانوں میں اپنی تبلیغ بند کرنے کا اعلان کریں۔ اس میں بھی چوہدری ظفر اللہ خان نے کیڑے نکالنے کی کوشش کی۔ مثلاً یہ کہ اگر کوئی شخص خود ہی احمدی لٹریچر طلب کرے؟ تو اس پر ہمارے ناتجربہ کار افراد نے کہا: ہاں! یہ تو جرم نہ ہونا چاہئے۔ خیال فرمائیں کہ اب کون تحقیق کرتا پھرے کہ ان لاکھوں میزوں پر یہ قادیانی لٹریچر خود بخود آ گیا ہے یا دھرا گیا ہے یا منگایا گیا ہے۔ اس طرح دراصل یہ متفقہ تجویز بھی ظفر اللہ خان نے بیکار کر کے رکھ دی تھی۔ لیکن تاہم ایک تجویز تھی جو پاس ہوئی۔ لیکن دو ہی دن کے بعد خواجہ ناظم الدین کو اس تجویز پیش کرنے کی سزا مل گئی کہ وہ وزارت سے علیحدہ کر دیئے گئے اور نشتر وغیرہ بھی جو پرانے مسلمانوں جیسے عقیدہ رکھتے تھے اور نئی وزارت کی پہلی صف میں چوہدری ظفر اللہ خان براجمان تھے۔

یہ عرض کرنے سے مراد صرف یہ بتانا تھا کہ تمام پاکستان کے مرکزی اور صوبائی وزراء اور دیگر سول اور فوجی اعلیٰ افسروں کی پاس کی ہوئی متفقہ تجویز بھی گاؤخوردہ ہوئی۔ جس کا آج تک نام نہیں لیا گیا۔

تجویز میں اعلیٰ افسروں کی بے چارگی:

یہ تجویز بجائے خود اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ ظفر اللہ خان کی موجودگی اجلاس پر کتنا اثر ڈالتی ہے۔ جب تمام کے تمام اجلاس نے فسادات وخرابی کی جڑ مرزائی تبلیغ کو قرار دیا اور یہی سمجھا کہ سارا فتنہ مرزائی تبلیغ کا نتیجہ ہے تو فیصلہ کی شکل یہ تھی کہ قانوناً مرزائی تبلیغ اور تبلیغی لٹریچر کو بند کر دیا جاتا اور مرزا محمود کو امتناعی حکم صادر کیا جاتا۔ لیکن یہی

افسر جب دوسری پبلک جماعتوں کے خلاف کچھ کہنے یا کرنے پر آتے ہیں تو یکدم دفعہ۱۴۴ کا حربہ سامنے لے آتے ہیں۔زبان بندی کردیتے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب مرحوم کی پرانی تصنیف ”شہاب“ ضبط کر دیتے ہیں۔ اخبارات اور لٹریچر ضبط کرتے ہیں اور حاکمانہ انداز میں متعلقہ افراد یا جماعتوں کو حکم دیتے ہیں۔لیکن جب یہی وزراء، گورنرز اور آفیسرز چوہدری ظفر اللہ خان کے سامنے اکٹھے ہوتے ہیں تو امتناعی احکام کی جگہ ان کی زبان بدل جاتی ہے اور تجویز کرتے ہیں کہ قادیانی سربراہ سے پبلک تبلیغ بند کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔ جیسے کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ سے درخواست کی جاتی ہے یا جیسے رعایا حکومت سے مطالبہ یا درخواست کرتی ہے۔اس سے چوہدری ظفر اللہ خان کے اثر ونفوذ کا اندازہ ہوسکتا ہے۔لیکن اتنی بے ضرر اور معصوم تجویز بھی باوجود اپنی معصومانہ الفاظ کے چوہدری ظفر اللہ خان کی موجودگی کی وجہ سے شرمندہ معنی نہ ہوسکی۔جس پر تمام پاکستانی وزراء، گورنروں اور ذمہ دار افسروں نے مہر تصدیق ثبت کی تھی۔

معزز عدالت! اس ملک میں جہاں مرکزی حکومت میں بھی دھڑے بندی ہو اور جہاں صوبہ جات میں بھی اقتدار کی جنگ کا تسلسل ختم نہیں ہوتا اور جہاں اپنے اپنے عہدوں کی خیر منانے اور رشتہ داروں کو اقتدار دلانے کی سعی جاری ہو۔ ایسے ملک کے صوبہ جاتی یا مرکزی افسروں سے یہ امید رکھنا کہ کسی صحیح اصول، مذہبی مفاد یا قومی بھلائی کے چوہدری ظفر اللہ خان کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔غلط امید ہے۔

۱......جب کہ اطراف ملک کے تمام بڑے لوگوں کی یہ خواہش ہو کہ سنٹرل اسمبلی یا مرکزی کابینہ میں میرے سپوٹروں کی تعداد زیادہ ہو۔

۲......جب کہ ہر بڑا آدمی اپنے لڑکے، پوتے اور رشتہ دار کو کوئی نہ کوئی عہدہ دلانے یا کسی ملک کا سفیر بنانے یا کم از کم سفارت خانے کے اسٹاف میں بھرتی کرنے کا خواہش مند ہو۔خاص کر جب یہ بھی ذہن میں ہو کہ سفیر بننے کے بعد وزیر بننے کے لئے راہ صاف ہو جاتی ہے اور خود سفارت بھی بڑی پوزیشن ہے۔

۳......جب کہ ظفر اللہ خان ایسا عہدہ دے یا دلا سکتا ہو۔

۴......اسی طرح وہ کون سا صاحب ضمیر سرمایہ دار یا اعلیٰ عہدہ دار ہوگا جو ایسے چوہدری ظفر اللہ خان کی سفارش رد کرکے یا اس کا اشارہ پاتے ہی اس کے موافق کام نہ کرے۔جب کہ وہ بھی اپنے مستقبل کے بارہ میں اس سے امید رکھ سکتا ہو۔

۵......ان حالات میں بڑا مشکل کام ہے کہ کوئی ذمہ دار اعلیٰ افسر کسی مرزائی افسر کی بدعنوانیوں کے خلاف کوئی تادیبی یا محکمانہ کارروائی کرے۔ جب کہ چوہدری صاحب کو تبلیغ کا بھی شوق ہو اور احمدی بنانے کا بھی۔اس لئے لازمی طور پر ان کو ہر مرزائی افسر کی امداد کرنی ہوگی جو احمدیت کے لئے کام کرے۔یہی وجہ ہوسکتی ہے کہ تمام مرزائی افسر بڑی جرأت سے اپنی سرکاری حیثیت اور پوزیشن سے تبلیغ احمدیت کا کام لیتے اور مخالف علماء کو طرح طرح سے پریشان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۶......اور جرأت اس حد تک پہنچ گئی کہ مسلح جیپ کار لے کر مسلمانوں پر گولیاں چلائیں۔کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔عامۃ الناس اپنی آنکھوں سے دیکھیں لیکن پولیس کو کوئی ثبوت نہ ملے۔

۷......ظفر اللہ خان اور دیگر مطالبات کے سلسلہ میں مرکزی حکومت کی بے بسی پر یہ امر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ چوہدری صاحب کے خلاف کرنے سے وزیر اعظم کو امریکن عوام کے ناراض ہونے کا بھی ڈر تھا اور دبے الفاظ میں انہوں نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ انڈونیشیا والے بھی خفا ہوتے۔

معزز عدالت! اگر ایک آزاد حکومت کسی ملک سے کوئی معاہدہ کرے یا ملکی مفاد کے لئے لین دین، سیاسی یا تجارتی سمجھوتہ کیا جائے تو یہ کوئی قابل اعتراض امر نہیں۔لیکن اگر کسی عزل ونصب یا دیگر اندرونی مسائل میں ملکی مفاد کی بجائے بیرونی اثرات کا دخل ہو تو اس ملک کی انتہائی بدنصیبی ہوتی ہے۔ہماری حکومت کو مطالبات کے سلسلے میں پاکستان اور جمہوری پاکستان کے تعلقات اور مفاد ہی کی بنیاد پر سوچنا چاہئے تھا۔کیونکہ حکومت اپنے عوام کے جذبات سے بے اعتنائی برت کر ملک کی بہتر خدمت کرنے کے قابل نہیں ہوسکتی۔عوام کو جبر وتشدد کے ذریعہ دبایا جاسکتا ہے۔لیکن اس سے حکومت ورعایا میں تعاون ویکجہتی کو صدمہ پہنچ کر بنیادی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔اگر خدانخواستہ آج جبر وتشدد یا کسی اور غلط ذریعہ سے پاکستان پر چند مرزائی یا مرزائی نواز مسلط کر دیئے جائیں تو ایسا ہوسکتا ہے لیکن ایسی حکومت کی عمر دراز نہیں ہوتی اور اگر ایسا کسی بیرونی طاقت کی امداد سے کیا جائے تو اس بیرونی طاقت کو بھی رائے عامہ کی مخالفت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔آخر سکھوں نے بھی تو فوجی قوت سے قبضہ رکھا۔لیکن جلدی زوال ہوگیا۔آج کے جمہوری زمانہ میں جمہوریت کی مدعی حکومت کو جمہور کا مطالبہ کسی غیر جمہوری مقصد کی خاطر ٹھکرا دینا کسی

طرح مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا۔ خاص کر آج کے گردوپیش کے حالات میں جن میں ضرورت ہے کہ حکومت عوامی جماعتوں کا تعاون اور یکجہتی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کا نقشہ پیش کرے۔

معزز عدالت! ایسے حالات میں اگر عامۃ المسلمین یہ سمجھیں کہ جب تک ظفراللہ خان کو پاکستانی وزارت میں دخل ہو۔ اس وقت تک نہ ہمارا مذہب محفوظ ہے نہ ہمارے ساتھ انصاف کی توقع ہوسکتی ہے اور نہ عام طور پر سرکاری افسروں سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ مرزائی گردی اور ان کی زیادتیوں کے خلاف کوئی صحیح رپورٹ یا کارروائی کریں۔ جب کہ وہ بھی ترقی کے خواہشمند اور اقتدار پسند ہوں یا کم از کم ان کو اپنے اقتدار کو مرزائی افسروں کی زد میں بچانے کا خیال ہو۔ بنا بریں مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ چوہدری ظفراللہ خان کو وزارت سے نکالا جائے۔ مسلم مفاد، اسلام کے تحفظ اور ملکی مفاد کے عین مطابق اور صرف انصاف حاصل کرنے کی جدوجہد کے مترادف ہے۔

مطالبات کے سلسلہ میں واقعات کی رفتار:

الف...... مسلمانوں کے یہ ہر دو مطالبات جن سے دوسرے مطالبات کی ضرورت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ صحیح خدشات اور حقیقی خطرات پر مبنی اور بالکل آئینی ہیں۔ تمام اسلامی فرقے اس پر متفق ہیں۔ تمام علماء دین کا یہی فیصلہ ہے۔ جمہور نے ان کی صحت وحمایت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ تحفظ حقوق کی جدوجہد یا کسی وزیر بلکہ حکومت کی تبدیلی کا مطالبہ جمہور کا آئینی حق ہے۔

ب...... کسی مطالبہ یا تحریک کے لئے جب کہ وہ مطالبہ بغاوت یا جنگ یا ملک کے نقصان کے لئے نہیں کیا جارہا۔ حامی پیدا کرنا۔ مطالبہ کو عوامی بنانے کی جدوجہد کرنا۔ دوسروں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرنا۔ یہ سب باتیں آئینی اور جائز ہیں۔ آج جمہوری دور میں ہر پارٹی اپنی اکثریت پیدا کرتی۔ اپنے مقاصد سے سب کو متفق کرنے اور عوام کو ساتھ ملانے کی کوشش کرتی ہے۔ حالانکہ وہ اقتدار کی دوڑ ہوتی ہے۔ یہاں تو ایک پارٹی کی جارحانہ تبلیغ سے اسلامی مفاد کو بچانے، کفر واسلام میں تمیز کرنے اور اپنے حقوق کو غصب سے محفوظ کرنے کے لئے مذہبی فریضہ کے طور پر بالکل مذہبی مطالبہ ہے اور عرصہ سے جاری ہے۔ (جاری ہے)

مولانا عبدالحمید وٹو رحمۃ اللہ علیہ کا داغِ مفارقت

ملک عزیز ایک نامور خطیب سے محروم ہوگیا۔ مولانا عبدالحمید وٹو بھی چل بسے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم صاحب طرز عوامی خطیب تھے۔ مشکل سے مشکل مسائل کو عوامی انداز میں بیان کرتے اور عوام وخواص کو بات سمجھانے کا عجیب ملکہ رکھتے تھے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے بعد وہ دوسرے بڑے خطیب تھے، جن کا طرز کئی ایک حضرات نے اپنایا، بلکہ کئی ایک حضرات ان کی کیسٹیں سن کر اور یاد کر کے خطیب یورپ وایشیا بن گئے۔

سیرت النبی اور سیرت الصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ان کے پسندیدہ موضوعات تھے، ان خوبصورت اور عظیم الشان موضوعات پر گھنٹوں بولتے اور بے تکان بولتے چلے جاتے۔

تحفظ ختم نبوت کے عظیم الشان موضوع پر خاصی دسترس رکھتے تھے اور چناب نگر کی سالانہ کانفرنس میں شرکت فرماتے رہے۔ جمعرات اور جمعہ کی درمیان شب کو آخری بیان عام طور پر ان کا ہوتا۔ ان کی گھن گرج اور خوش الحانی کی وجہ سے مجمع ان کا منتظر رہتا۔ اللہ پاک نے انہیں فن خطابت سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ چند ہی سالوں میں آسمان خطابت کے بادشاہ شمار ہونے لگے۔

ان پر کئی لوگوں نے اعتراض کئے کہ وہ علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم کے متفقہ عقیدۂ حیات النبی سے علماء دیوبند سے علیحدہ مسلک رکھتے ہیں، انہوں نے کئی مرتبہ اور بہت سے احباب کے سامنے اقرار کیا کہ وہ اول وآخر دیوبندی ہیں اور علماء دیوبند کے عقائد قرآن وسنت کے عین مطابق مانتے ہیں اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جسم عنصری کے ساتھ روضۂ اطہر میں زندہ مانتے ہیں اور عندالقبر المبارک پڑھا جانے والا درود شریف اپنے انہیں کانوں سے سنتے ہیں اور بعض خوش نصیبوں کو جواب بھی دیتے ہیں۔ کافی عرصہ سے شوگر اور جگر کے مریض چلے آرہے تھے اور علاج و معالجہ کے باوجود وقت موعود آن پہنچا اور آپ نے ۲۴/اکتوبر بروز جمعرات صبح کے وقت جان، جان آفرین کے سپرد کی۔ ان کے عزیز مولانا صبغت اللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور قلعہ دیدار سنگھ کے قبرستان میں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

ملتان کی ڈائری

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا وسیم اسلم کہروڑ پکا کے رہائشی، جامعہ باب العلوم کے فاضل، لولاک ودیگر تصنیفات کی پروف ریڈنگ (حروف خوانی) میں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کے معاون اور باہمت نوجوان عالم دین ہیں۔ ان کے ذمہ دفتری امور کے علاوہ ضلع ملتان کا شعبۂ تبلیغ بھی ہے۔ ۱۸؍صفر المظفر ۱۴۴۱ھ، ۱۸؍اکتوبر کا جمعۃ المبارک کا خطبہ انہوں نے مدرسہ مطالب العلوم عنایت پور کی جامع مسجد میں دیا۔ مدرسہ مطالب العلوم کے بانی ہمارے مخدوم، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق مرکزی ناظم اعلیٰ، سابق مرکزی نائب امیر مولانا عبدالرحیم اشعرؒ تھے۔ جن کی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ کی شاگردی اور رفاقت میں گزرا، جب شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ مجلس کے مرکزی امیر بنائے گئے، تو مولانا عبدالرحیم اشعرؒ مرکزی ناظم تبلیغ بنے، موصوف قادیانیت سے متعلق انسائیکلوپیڈیا تھے، جتنے حوالہ جات مرزا قادیانی ملعون کے انہیں یاد تھے، اتنے شاید کسی قادیانی مربی کو یاد ہوں۔ راقم کو بھی ایک عرصہ ان کی خدمت و رفاقت کی سعادت حاصل رہی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر مولانا عطاء الرحمٰن فاضل جامعہ قاسم العلوم ملتان ان کے جانشین بنائے گئے۔ راقم حضرت مولانا کی وفات کے بعد سال میں ایک جمعہ ان کی بنائی گئی مسجد میں حاضر ہوتا ہے، امسال ۱۸؍اکتوبر کا جمعہ طے ہوا تو مولانا وسیم اسلم کا تعارف بھی طے ہوا۔ مولانا وسیم نے مدرسہ مطالب العلوم کی جامع مسجد میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا جبکہ راقم نے قریبی ایک بستی جو علماء کرام اور قراء و حفاظ کی بستی ہے۔ ”بستی آرائیاں“ کے خطیب مولانا قاری عبدالمالک مدظلہ کے حکم پر ان کی جامع مسجد میں بیان کی سعادت حاصل کی۔ جمعۃ المبارک کے بعد جلال پور پیروالا جو عنایت پور سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ مولانا وسیم اسلم کی معیت میں جانا ہوا، وہاں چار مساجد میں دروس و بیانات ہوئے۔ مولانا وسیم نے جامع مسجد بلال میں عصر کے بعد درس دیا۔ جامع مسجد بلال کے امام ہمارے بہترین دوست قاری نذیر احمد ہیں جو مسجد کی امامت وخدمت اور صبح وشام بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں۔

راقم نے عصر کی نماز جامع مسجد ربانی میں پڑھی۔ جہاں ایک عرصہ تک مولانا حسین احمد بازدارؒ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔ مولانا احراری النسل تھے، ان کے والد گرامی کا احرار سے تعلق رہا۔ ان کے نام امیر شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مکتوبات گرامی بھی ہیں، جن کا تذکرہ راقم نے اپنی مرتب شدہ کتاب ”مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، سوانح وافکار“ میں کیا ہے بلکہ شاہ جیؒ کا ایک خط نقل کیا ہے۔

مولانا حسین احمد بازدارؒ نے دفتر مرکزیہ ملتان خط لکھا کہ کسی مبلغ کی ڈیوٹی لگائیں کہ وہ عیدالفطر کے بعد والا جمعہ ہماری مسجد میں پڑھادیں، اس وقت مولانا محمد شریف جالندھریؒ مجلس کے ناظم اعلیٰ تھے۔ راقم بہاولپور میں مبلغ تھا۔ یہ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک کسی سال کی بات ہے مولانا محمد شریفؒ کے حکم پر راقم نے ان کی مسجد جامع مسجد ربانی میں حاضری دی اور تقریباً چالیس سال سے یہ ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے۔ مولانا حسین احمد بازدارؒ کا ۱۹؍اگست ۱۹۹۵ء میں انتقال ہوا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا پروفیسر عبدالشکور زیدمجدہ ان کے جانشین بنائے گئے، انہوں نے جامعہ رحمانیہ کے نام سے جلال پور پیروالا میں مدرسہ بنایا ہوا تھا۔ پروفیسر عبدالشکور مدرسہ کے مہتمم اور جامع مسجد ربانی کے خطیب مقرر ہوئے۔ موصوف ڈگری کالج جلال پور پیروالا کے پرنسپل بھی ہیں تو راقم نے عصر کے بعد ربانی مسجد میں بیان کیا۔ ربانی مسجد کے متولی اور کمیٹی کے صدر حافظ غلام نبیؒ تھے۔ مولانا حسین احمد مجلس کے امیر، حافظ غلام نبی ناظم اعلیٰ چلے آرہے تھے۔ مولانا حسین احمدؒ کی وفات کے بعد یہ عہدہ پروفیسر عبدالشکور کے حصہ میں آیا۔ حافظ غلام نبیؒ نے مرکزی بازار میں جوتیوں کی دکان بنائی ہوئی تھی۔ حافظ صاحبؒ دکان، مسجد گھر بس ان کے تین ہی ہیڈکوارٹر تھے۔ جب ملنا ہوتا تو ان تین مقامات میں سے کسی نہ کسی مقام پر ان سے ملاقات ہو ہی جاتی، الحمدللہ! جلال پور پیر والا

قادیانیت کے ناپاک جراثیم سے پاک ہے۔ بایں ہمہ انہوں نے تاحیات یہ تعلق برقرار رکھا، ۲۰ رمئی ۲۰۱۱ء کو ان کا انتقال ہوا تو ان کے فرزند ارجمند حافظ عبدالشکور نے دونوں ڈیوٹیاں سنبھالیں۔ حافظ غلام نبی کے دور میں ربانی مسجد چھوٹی سی تھی۔ اب اس کی توسیع ہوچکی ہے۔ اللہ پاک قیامت تک آباد و شاداب رکھیں۔ مغرب کے بعد مولانا وسیم اسلم نے ربانی مسجد کے قریب ایک مسجد میں بیان کیا، چونکہ انہیں درس کی پہلے سے اطلاع تھی، انہوں نے شرکاء درس کے لئے خورد و نوش کا بھی انتظام کیا ہوا تھا تو ان کا درس خاصا کامیاب رہا۔

راقم نے محلّہ بازداران کی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی اور درس دیا۔ حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے جلال پور پیر والا کے لئے ۲۸ رنومبر کا ٹائم دیا ہوا ہے۔ داعی جناب محمد اسحاق نرالا سویٹ والوں سے مولانا کے پروگرام کی تفصیلات معلوم کیں۔ یہ پروگرام جناب محمد اسحاق کی پرزور استدعا پر دیا گیا جبکہ قدیم جماعتی ساتھی جناب عبدالرحمٰن جامی کی سفارش اور بار بار فون پر پروگرام کی پختگی، تو جامی صاحب سے ملاقات کی، اس طرح یہ تبلیغی دورہ اختتام پذیر ہوا۔

مدرسہ احسن المعارف حافظ والا: دارالعلوم دیوبند کے فاضل مولانا محمد احسنؒ حافظ والا میں نصف صدی سے زائد توحید و سنت کا پرچار کرتے رہے۔ فقیر منش انسان تھے۔ راقم کئی مرتبہ ان کے ہاں حاضر ہوا اور بیان کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کی وفات کی بعد ان کے ایک فرزند ارجمند مولانا محمد رفیق ان کے جانشین بنائے گئے۔ مولانا محمد رفیقؒ ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے، بہت ہی نیک سیرت انسان تھے۔ احسن المدارس کے مہتمم بھی بنائے گئے۔ ملتان جب بھی تشریف لاتے دفتر ختم نبوت ضرور حاضری دیتے۔ ہماری جناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت فرماتے، بیعت کا تعلق بھی غالباً خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ سے تھا۔ ۷۶ سال کی عمر میں رحلت فرمائی، الحمدللہ! ان کے جنازہ میں بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

احسن المدارس کے انتظامی مسائل میں اختلاف ہوا تو حافظ والا بستی کو چھوڑ کر جلال پور پیر والا شجاع آباد روڈ پر احسن المعارف کے نام سے ادارہ قائم کیا، آپ کے فرزند ارجمند مولانا محمود احمد نقشبندی سلمہ اس کا نظم سنبھالے ہوئے ہیں، چند منٹ کے لئے مدرسہ میں ٹھہرے مولانا وسیم اسلم کا تعارف کرایا۔

جامعہ عثمان غنی بھی جلال پور پیر والا روڈ پر سڑک کے مشرقی جانب قاری غلام فرید نے ادارہ قائم کیا۔ ان کے فرزند گرامی مولانا طیب فرید سے ملاقات کرائی علیک سلیک اور خیر خیریت معلوم کرنے کے بعد عنایت پور روانہ ہوگئے۔

جامعہ قاسم العلوم ملتان: ملتان کا قدیم ادارہ ہے، جس کی بنیاد بانی جامعہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی استدعا پر شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ نے رکھی۔

جامعہ قاسم العلوم میں دارالعلوم کبیر والا کے بانی حضرت مولانا عبدالخالقؒ ایک عرصہ تک درس حدیث دیتے رہے، جو حضرت صدر صاحب کے لقب سے پہچانے جاتے تھے۔ ہمارے استاذ جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ نے یہیں سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ اسی جامعہ سے مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا عبدالقادر آزادؒ جیسے خطیب پروان چڑھے۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مولانا فیض احمدؒ مولانا عبدالبر محمد قاسمؒ، مولانا محمد یاسینؒ اپنے اپنے دور میں مہتمم رہے۔ آج کل جامعہ کی اہتمام کی ذمہ داری قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کے فرزند ارجمند، ممبر پارلیمنٹ مولانا اسعد محمود سلمہ کے کندھوں پر ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اکبر صدر المدرسین ہیں۔ موخرالذکر کے ایک فرزند ارجمند مولانا حبیب الرحمٰن اکبر جامعہ کی مسجد کے امام ہیں ایک اور فرزند ارجمند مولانا فداء الرحمٰن ناظم دفتر کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ راقم وقتاً فوقتاً حاضری دیتا رہتا ہے، چنانچہ ۲۱ راکتوبر عصر کی نماز کے بعد راقم نے درس دیا۔

مولانا وسیم اسلم نے جامع مسجد بلال گلگشت کالونی میں بیان کیا۔ مسجد بلال کے خطیب مولانا محمد ابراہیم مدظلہ فقیر منش انسان ہیں۔ مجلس سے بہت ہی محبت فرماتے ہیں۔ سہ ماہی میٹنگ مبلغین کے موقع پر ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ساتھی ان کی مسجد میں ضرور بھیجا جائے، نہ صرف بیان کا موقع دیتے ہیں بلکہ خوب اعزاز و اکرام بھی فرماتے ہیں۔

چک نمبر ۱۳ فارم میں خطبۂ جمعہ: مذکورہ بالا چک ضلع خانیوال کی حدود میں ہے اور شورکوٹ کینٹ ضلع جھنگ کے قریب ہے۔ یہاں ہمارے استاذ اور پیر بھائی حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ عرصہ سے خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ موصوف دارالعلوم کبیر والا ضلع

خانیوال کے فاضل اور ہمارے استاذ جی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے چہیتے شاگردوں میں سے ہیں۔ موصوف نے ۱۹۷۰ء میں دارالعلوم کبیر والا سے دورۂ حدیث شریف کیا، اس وقت دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا علی محمدؒ اور مہتمم مولانا منظور الحقؒ تھے۔ دورۂ حدیث میں موصوف میرے شیخ، محسن، مربی اور استاذ حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کے ہم درس تھے۔ شروع ہی سے صلاح وتقویٰ کے آثار نمایاں رہے، جب میرے شیخ گرامی حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کو جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ سے خلافت ملی تو موصوف میرے حضرت کے دامن سے وابستہ ہوگئے اور سلسلۂ قادریہ راشدیہ میں اسباق کی تکمیل کے بعد خلافت سے نوازے گئے، اپنی مسجد میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ ذکر اذکار کی پابندی شروع فرمادی۔ چند ماہ پہلے انہیں ایک جمعہ کا وقت دیا، لیکن ایک شرعی عذر کی وجہ سے حاضری نہ ہوسکی تو اپنے متبادل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولنگر کے مبلغ مولانا محمد قاسم رحمانی سلمہ سے درخواست کی، چنانچہ مبلغ موصوف نے بندہ کی نیابت کی۔ جب حضرت مرشد کے ے خانہ پر ملاقات ہوئی تو ان سے معذرت کی اور متبادل جمعہ کا وعدہ کیا، چنانچہ ۲۵؍اکتوبر جمعۃ المبارک کا خطبہ ان کی جامع مسجد میں دیا، ہر جمعہ محفل درود شریف اور اجتماعی ذکر کا ان کا معمول ہے تو آپ کے حکم سے مجلس درود شریف میں شرکت اور ذکر کرانے کی سعادت حاصل کی۔

چک نمبر ۲۰ گگھ میں اکیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس: چک مذکورہ چند سال قبل قادیانیت کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اللہ پاک جھنگ کے مبلغ مولانا غلام حسین مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائیں آپ نے وہاں مجلس اور کانفرنس کی بنیاد رکھی۔

امسال اکیسویں سالانہ کانفرنس تھی۔ راقم مولانا غلام حسین مدظلہ جھنگ، رانا اشفاق احمد، پروفیسر فیاض احمد اور مولانا مفتی طاہر مسعود شور کوٹ کی معیت میں حاضری دی، جب ختم نبوت کا قافلہ عشاء کے بعد چک مذکور میں پہنچا، تو اٹھارہ ہزاری جھنگ کے معروف عالم دین مولانا غلام جعفر مدظلہ کا بیان جاری تھا۔ ان کے بعد جھاواں ضلع سرگودھا سے تعلق رکھنے والے معروف نعت خواں جناب رانا عبدالرؤف کی نعت ونظم ہوئی۔

بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے معروف عالم دین اور خطیب مولانا پروفیسر سیّد اویسی کا بیان ہوا، چند منٹ مولانا غلام حسین نے بیان فرمایا، آپ کے بعد راقم نے تقریباً پون گھنٹہ ''اوصاف نبوت اور مرزا قادیانی'' کے عنوان پر بیان کیا، آخر میں جھنگ سے ایم پی اے مولانا معاویہ اعظم نے بیان کیا۔ رات کا قیام جامعہ عثمانیہ شورکوٹ سٹی میں رہا۔

خانقاہ حسینیہ شورکوٹ میں حفظ قرآن کا آغاز: خانقاہ حسینیہ میرے مرشد حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کے خادم اور خلیفہ مجاز جناب پروفیسر فیاض احمد نے ایک ایکڑ زمین خرید کر حضرت والا کے حکم سے خانقاہ قائم کی، نقشہ تین حصوں پر مشتمل ہے: (۱) خانقاہ، (۲) مدرسہ، (۳) طلبا واساتذہ کی رہائش گاہیں۔

۲۶؍اکتوبر ساڑھے سات بجے صبح خانقاہ حسینیہ کے شعبۂ حفظ وناظرہ کا آغاز حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کی دعا سے ہونا قرار پایا۔ راقم نے رات شورکوٹ میں گزاری تو پروفیسر فیاض احمد جامعہ عثمانیہ میں تشریف لائے اور دعائیہ تقریب میں شرکت کا اصرار فرمایا۔ جامعہ عثمانیہ کے استاذ الحدیث مولانا محمد ساجد اور مولانا غلام حسین مبلغ جھنگ کی سرکردگی میں دعائیہ تقریب میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ مولانا عبدالحق مدظلہ نے خانقاہ حسینیہ کے قیام کا پس منظر اور اپنے حضرت کی فیوض وبرکات پر مختصر بیان فرمایا، نیز مولانا نے فرمایا کہ حضرت مرشد کے حکم سے دیگر کئی ایک مقامات پر خانقاہوں کے قیام کے لئے قطعات اراضی خرید کئے جاچکے ہیں۔

قبل ازیں عرض کیا گیا کہ راقم نے رفقاء سمیت رات جامعہ عثمانیہ شورکوٹ سٹی میں آرام کیا۔ جامعہ کے بانی مولانا بشیر احمد خاکیؒ تھے۔ ان کے بعد ان کے فرزندان گرامی مولانا محمد زاہد انور، مولانا محمد ساجد نظم چلا رہے ہیں۔ اللہ پاک جامعہ کی رونقوں کو دوبالا فرمائیں۔

قبل ازیں گزشتہ ۲۵؍اکتوبر عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں مجلس کے مقامی ذمہ دار جناب رانا اشفاق احمد کے گھر میں ادا کیں۔ رانا صاحب باہمت جماعتی ساتھی ہیں۔ ماہنامہ ''لولاک'' ملتان، چار سو رسائل تقسیم فرماتے ہیں۔ مجلس کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری دامت برکاتہم کے معتمد علیہ جماعتی ساتھی ہیں۔

☆☆..............☆☆

مناظر اسلام مولانا بشیر احمد الحسینی رح

مولانا بشیر احمد الحسینیؒ جامعہ قاسم العلوم ملتان کے اس وقت کے فضلاء میں سے تھے، جب جامعہ کا طوطی بولتا تھا۔ جامعہ کی مسند حدیث پر استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالخالق (بانی دارالعلوم کبیر والا) براجمان تھے اور ان کے ساتھ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ بھی درس حدیث میں یکتائے زمانہ تھے۔

اسی دور میں ہمارے استاذ جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، امام الملوک والسلاطین حضرت مولانا عبدالقادر آزادؒ سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور، خطیب خوش الحان حضرت مولانا قاری محمد حنیف ملتانیؒ جیسے یگانہ روزگار انسانوں نے اسی ادارہ سے کسب فیض کیا۔ مناظر اسلام نے فراغت کے بعد شورکوٹ کینٹ کی ایک مسجد میں ڈیرہ لگایا اور نصف صدی سے زائد وہاں علم وعمل کی فیوض وبرکات بکھیرتے رہے۔

آپ ایک محقق عالم دین اور مناظر اسلام تھے۔ آپ کا میدان مناظرہ عیسائیت تھا۔ آپ ان چند نفوس قدسیہ میں سے تھے جو عیسائیت میں انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ عیسائیت کی تحقیق وتردید میں گزارا۔ بڑے بڑے پادری ان کا نام سن کر کانپ اٹھتے تھے۔ آپ نے عیسائیت کے بہت سے مسائل پر قلم اٹھایا اور ان مسائل کی تحقیق کا حق ادا کردیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور تنظیم اہلسنت نے ختم نبوت اور عظمت صحابہ رسول پر کورس کا آغاز کیا۔ پندرہ روزہ کورس ہمارے دفتر میں ہوتا، بعدازاں شرکاء کورس تنظیم اہلسنت پاکستان کے مرکزی دفتر نواں شہر ملتان چلے جاتے جنہیں

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مناظر اسلام حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ مولانا عبدالغفار تونسوی مدظلہ اور دیگر علماء کرام شیعہ، سنی مسائل پر علماء کرام کی تیاری کراتے تو عیسائیت کے عقائد وعزائم، بائبل کے تحریف شدہ مسائل پر حضرت مولانا بشیر احمد الحسینیؒ شرکاء کورس کو تیاری کراتے، عیسائیت کا موضوع ایک خشک موضوع تھا، اس میں چاشنی پیدا کرنے کے لئے اپنے ذوق سلیم کے مطابق اشعار پڑھ کر شرکاء کو اپنا گرویدہ بنالیتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے جب کورس ملتان کے بجائے چناب نگر منتقل کیا تو مولانا ایک عرصہ تک اس کورس کی جان رہے۔

ہمارے بھائی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے مبلغ مولانا مفتی محمد راشد مدنی انہیں کے تربیت یافتہ علماء کرام میں سے ہیں۔ آپ جامعہ بنوری ٹاؤن میں بھی ہر سال علماء کرام کی تیار کراتے رہے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانیان کرام حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ پر دل و جان سے فریفتہ تھے۔ مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ چونکہ اپنے وقت کے عظیم مناظر تھے، ان سے تعلق فطری اور طبعی تھا۔ بہرحال جب بھی ملاقات ہوتی بڑے تپاک سے ملتے، جماعتی احوال سن کر بہت خوش ہوتے ایک عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے:

”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“

تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا اور آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے جان، جان آفرین کے سپرد کی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد انس پر مشتمل قافلہ جنازہ میں ملتان سے شریک ہوا۔ جنازہ کی امامت کا اعزاز مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کو نصیب ہوا، مولانا کی اقتداء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سینکڑوں کارکنوں سمیت ہزاروں افراد نے جنازہ میں شرکت کی اور انہیں رحمت خداوندی کے سپرد کیا گیا۔ اللہ پاک ان کی حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات سے درگزر فرمائیں اور جوار رحمت میں جگہ دیں۔ آمین۔ ☆☆

REGD.SS.160

ایک عظیم علمی، ادبی، سوانحی اور تاریخی شاہکار دستاویز

چمنستانِ ختمِ نبوّت کے گلہائے رنگا رنگ

ایسے ۹۴۴ نفوسِ قدسیہ کا تذکرہ وسوانح، حالات وحکایات
جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

ترتیب شاہینِ ختمِ نبوّت
مولانا اللہ وسایا مدظلہ

تین جلدوں کا مکمل سیٹ

قیمت صرف 500 روپے

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت
حضوری باغ روڈ، ملتان پاکستان 061-4783486